ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
16 تا 22 اگست 2001ء

☆ نیا سیاسی نظام اور فوجی حکمران (اداریہ)
☆ ''غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی'' (منبر و محراب)
☆ اقوام متحدہ کی ''کارکردگی'' (مکتوب شکاگو)

پاکستان —— مشیت ایزدی کا ایک غیر معمولی مظہر!

ہمیں اس حقیقت کو بھی فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ اس خطہ زمین' پاکستان سے اللہ کی کوئی خصوصی مشیت وابستہ ہے۔ ذہن میں گزشتہ چار سو برس کی تاریخ کو تازہ کیجئے۔ اس عرصے میں سارے مجدد ین امت ہندوستان میں آئے۔ مجدد الف ثانی' شاہ ولی اللہ دہلوی' سید احمد بریلوی' شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمہم اللہ علیہم۔ پھر بعض نہایت عظیم شخصیات اس ہندوستان میں پیدا ہوئیں' علامہ اقبال جیسا مفکر' مولانا مودودی جیسا مصنف اور مولانا الیاس جیسا مبلغ — ان کے برابر کا کوئی اور شخص کہیں اور نظر آتا ہے؟ یہ کیا وجہ ہے کہ آج عالم اسلام کے چوٹی کے مفکر مالک بن نبی اور ڈاکٹر علی شریعتی بھی یہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ اسلام کا روحانی اور عقلی مرکز ثقل جنوبی ایشیا میں منتقل ہو چکا ہے۔ اسی طرح ان حقائق سے کون انکار کر سکتا ہے کہ ۱۹۲۹ء میں خلافت ختم ہوئی تو تحریک خلافت ہندوستان میں چلی' پھر یہ کہ آزادی کی تحریکیں اگرچہ تمام مسلمان ممالک میں چلیں' لیکن سوائے پاکستان کے ہر جگہ وطنی یا لسانی قومیت کی بنیاد پر تحریکیں چلائی گئیں — مگر ''پاکستان کا مطلب کیا' لا الٰہ الا اللہ'' کی بنیاد پر صرف اس پاکستان کی آزادی کی تحریک چلی۔ پھر یہاں قرارداد مقاصد پاس ہوئی' جو عالمی تہذیب کے لئے ایک بہت بڑے چیلنج سے کم نہیں! پھر یہاں بینک انٹرسٹ اور کمرشل انٹرسٹ کے حرام ہونے کا فیصلہ اعلیٰ ترین عدالت سے ہو چکا ہے۔ یہ کسی مولوی کا فتویٰ نہیں ہے' یہ تو سپریم کورٹ کا فتویٰ ہے اور یہ اس یہودی نظام کے لئے سب سے بڑا چیلنج ہے' اس لئے کہ

این بنوک این فکرِ چالاکِ یہود   نورِ حق از سینۂ آدم ربود

یہ سارے آثار نہایت امید افزا ہیں۔ مزید برآں احادیث نبویؐ میں قیامت سے قبل عالمی نظام خلافت کے قیام کی جو خبریں دی گئی ہیں ان کے پورا ہونے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ لیکن اس سے پہلے بڑے امتحانات درپیش ہیں! بڑے سخت دن آنے والے ہیں۔ اگر کوئی یہاں غلبہ و اقامت دین اور نظام خلافت کے قیام کی جدوجہد کا راستہ اختیار کرے تو اس پر پھول نچھاور نہیں ہوں گے' یہ کانٹوں بھرا راستہ ہے۔ لیکن یہ بات یقینی ہے کہ اسی راستے کو اختیار کرنے کے نتیجے میں اللہ کی مدد ہمارے شامل حال ہوگی کہ جس کی مدد اور نصرت کے بغیر ہمارے لئے دنیا میں سربلندی کا حصول ناممکن ہے:

''اگر اللہ تمہاری مدد کرے گا تو تم پر کوئی غالب نہ آ سکے گا' اور اگر وہی تمہارا ساتھ چھوڑ دے (وہی تمہاری مدد سے دست کش ہو جائے) تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کرے گا!'' (آل عمران: ۱۶۰)

(امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کی کتاب ''پاکستان — ایک فیصلہ کن دوراہے پر'' سے اقتباس)

ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ البقرہ (۳۰)

﴿اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسۡتَحۡیٖۤ اَنۡ یَّضۡرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوۡضَۃً فَمَا فَوۡقَہَا ؕ فَاَمَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا فَیَعۡلَمُوۡنَ اَنَّہُ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّہِمۡ ۚ وَاَمَّا الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا فَیَقُوۡلُوۡنَ مَاذَاۤ اَرَادَ اللّٰہُ بِہٰذَا مَثَلًا ۘ یُضِلُّ بِہٖ کَثِیۡرًا ۙ وَّیَہۡدِیۡ بِہٖ کَثِیۡرًا ؕ وَمَا یُضِلُّ بِہٖۤ اِلَّا الۡفٰسِقِیۡنَ ﴿۲۶﴾﴾ (آیت ۲۶)

''بے شک اللہ کو اس بات میں کوئی حیا نہیں ہے کہ وہ مثال بیان کرے مچھر کی یا اُس چیز کی جو اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ سو وہ لوگ جن کے دل میں ایمان ہے وہ جان لیتے ہیں کہ یہ حق ہے جو ان کے رب ہی کی طرف سے آیا ہے اور وہ جن کے دل میں کفر ہے وہ (ان تمثیلوں کو سن کر) کہتے ہیں کہ اللہ نے کیا چاہا اس مثال کے ذریعے سے! اللہ اسی سے بہتیروں کو گمراہ کرتا ہے اور بہتوں کو ہدایت دیتا ہے' اور وہ گمراہ نہیں کرتا مگر ان کو جو فاسق ہیں۔''

اس آیت میں ایک معارضہ کا جواب دیا گیا ہے۔ جب کفار سے یہ ممکن نہ ہوسکا کہ کوئی چھوٹی سی سورت بھی کلامِ الٰہی جیسی تیار کر سکیں تو انہوں نے کہا کہ اگرچہ ہم اس کلام کے مقابلے سے عاجز ہیں مگر ایک دوسری دلیل کے ذریعے اس کا کلامِ الٰہی نہ ہونا ثابت کیا جائے گا اور وہ یہ کہ بڑے بزرگ اپنے کلام میں ذلیل وحقیر چیزوں کے ذکر سے اجتناب کیا کرتے ہیں۔ حق تعالیٰ جو سب بزرگوں سے برتر اور اعظم ہے' اس نے کیسے اپنے کلام میں مکھی اور مکڑی کا ذکر فرمایا؟ اگر یہ واقعی اللہ کا کلام ہوتا تو اس میں ایسی فضول اور ادنیٰ قسم کی چیزوں کا تذکرہ نہ ہوتا۔ اس اعتراض کو رد کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کو اس امر میں کوئی جھجک اور تامل نہیں ہے کہ وہ توضیح مدعا کے لئے مکڑی' مچھر' مکھی' کتے یا گدھے وغیرہ کی مثال دیتا ہے۔ چونکہ تمثیل کا اصل مقصد کسی چیز کو واضح کرنا ہوتا ہے' اس لئے اس ضمن میں یہ دیکھنا چاہئے کہ مثال میں اور جس شے کے لئے مثال دی جا رہی ہے موافقت اور مناسبت موجود ہے یا نہیں۔ البتہ اگر قواعد تمثیل کی رو سے مثال اور مثال دینے والے میں کسی قسم کی مطابقت لازم ہوتی تو کفار کے اس اعتراض میں کوئی وزن ہوسکتا تھا' لیکن ایسا ہرگز نہیں ہے۔ لہٰذا کفار کی یہ عیب جوئی سراسر عناد کے زمرے میں آتی ہے۔ مزید برآں' تورات' انجیل اور دنیا کے بے شمار حکماء وسلاطین کے کلام میں بھی ایسی مثالیں بکثرت موجود ہیں۔ ''فما فوقھا'' کے یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں کہ کوئی مثال حقارت اور چھوٹائی میں مچھر سے بھی زیادہ ہو' جیسے بعض احادیث میں دنیا کی تمثیل کیلئے مچھر کے بازو کا ذکر کیا گیا ہے۔

اس قسم کی تمثیلوں سے دراصل اہلِ حق اور اہلِ باطن کے مابین تمیز تام مقصود ہوتی ہے۔ اس کے ذریعے سے مومنوں کے ایمان میں اور ان کے علم وفہم کی گہرائی میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے اور ان کے دل اس امر کی گواہی دیتے ہیں کہ ایسی حکیمانہ باتیں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوسکتی ہیں' جبکہ وہ لوگ جو بات کو سمجھنا نہیں چاہتے اور حقیقت کی جستجو نہیں رکھتے' ان کی نگاہیں ظاہری الفاظ میں اٹک کر رہ جاتی ہیں اور وہ ان چیزوں سے الٹے نتائج نکال کر حق سے اور زیادہ دور چلے جاتے ہیں۔ یعنی ہدایت اور گمراہی کا دارومدار انسان کی اپنی باطنی کیفیت پر ہے۔ ایک چیز طالب ہدایت کو تو سیدھا راستہ دکھائے گی لیکن اس شخص کے لئے جس کے دل میں کجی اور بدنیتی ہے' وہی شے ضلالت کا باعث بنے گی۔ قرآن مجید نے جہاں کھربوں انسانوں کو نیکی کی راہ سجھائی ہے وہاں تاریخ میں بہت سے ایسے لوگوں کی مثالیں بھی ملتی ہیں جنہوں نے قرآن مجید ہی سے فتنے اٹھائے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اسی قرآن حکیم سے طالبانِ حق کے لئے نورِ بصیرت عطا کرتا ہے جبکہ دلوں میں ٹیڑھ اور بغض رکھنے والوں کے لئے گمراہی کے اندھیرے میں بھٹکنا مقدر کر دیا جاتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ یہ سب کچھ بے سبب اور الل ٹپ نہیں کرتا۔ ضلالت انہی لوگوں کے حصے میں آتی ہے جن کے اندر سرکشی ہوتی ہے' جو تکبر کرتے ہیں اور اطاعت کی حد سے نکل جاتے ہیں!

چوہدری رحمت اللہ بٹر

امارت ــــ ایک ذمہ داری

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ :((یَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَۃَ لَا تَسْاَلِ الْاِمَارَۃَ فَاِنَّکَ اِنْ اُعْطِیْتَھَا مِنْ غَیْرِ مَسْاَلَۃٍ اُعِنْتَ عَلَیْھَا وَاِنْ اُعْطِیْتَھَا عَنْ مَسْاَلَۃٍ وُکِّلْتَ اِلَیْھَا وَاِذَا حَلَفْتَ عَلٰی یَمِیْنٍ فَرَاَیْتَ غَیْرَھَا خَیْرًا مِّنْھَا فَاْتِ الَّذِیْ ھُوَ خَیْرٌ وَکَفِّرْ عَنْ یَمِیْنِکَ)) [بخاری' کتاب کفارۃ الایمان' باب الکفارۃ قبل الحنث وبعدہ' رقم ۶۳۴۳]

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''اے عبدالرحمٰن امارت مت مانگ' کیونکہ امارت ایسی چیز ہے کہ اگر بغیر مانگے ملے تو اس پر اللہ کی مدد شامل حال ہوتی ہے اور اگر مانگ کر لی جائے تو انسان کو اسی کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ اور جب تو کسی بات پر قسم کھا لے اور پھر کسی دوسری صورت کو اس سے بہتر پائے تو وہ بہتر بات اختیار کر لو اور پہلی قسم کا کفارہ ادا کر دو''۔

امارت کی ذمہ داریوں کا اگر انسان کو احساس ہو تو انسان اس کی تمنا کیونکر کرے' لیکن انسان دنیا کی خواہشات سے مغلوب ہو کر اس کا شیدائی بن جاتا ہے اور پھر رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کا مصداق بن جاتا ہے کہ امارت اس دنیا میں ملامت اور بالآخر ندامت اور آخرت میں عذاب کا ذریعہ بن جاتی ہے' سوائے اس کے کہ آدمی واقعی عدل قائم کرے اور جن کا امیر ہو ان کی نصح وخیر خواہی کے لئے کوشاں رہے اور ان کی دادرسی کے لئے دروازے کھلے رکھے۔ ہاں جب کسی کو بغیر طلب کے یہ ذمہ داری دے دی جائے تو پھر اللہ تعالیٰ اس کی ادائیگی میں اس کی مدد بھی فرماتے ہیں اور آخرت میں سب سے بڑا رتبہ بھی امام عادل ہی کا ہوگا کہ اسے عرش کا سایہ نصیب ہوگا۔

دوسری بات جو آپؐ نے فرمائی ہے اس کے لئے بھی انسان کو ہر وقت کوشاں رہنا چاہئے کہ معاملات کو بہتر سے بہتر صورت میں ادا کرے اور اگر اس نے کسی صورت کے لئے قسم کھائی ہوئی ہو تو اس قسم کو بہتر صورت اختیار کرنے میں ہرگز رکاوٹ نہ بننے دے بلکہ اس کا کفارہ ادا کر کے بہتر صورت کا عمل اختیار کر لے۔ اور یہ کفارہ دس مساکین کا پہناوا یا کھانا ہے اور اگر کوئی یہ استطاعت نہ رکھتا ہو تو پھر تین روزے رکھ لے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے امراء کو بھی امارت کی ذمہ داریاں ادا کرنے کی توفیق دے اور امارت کی طلب سے بچائے رکھے۔

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 10 شمارہ 30

16 تا 22 اگست 2001ء

(۲۵ جمادی الاوّل تا یکم جمادی الثانی ۱۴۲۲ھ)

بانی : اقتدار احمد مرحوم

مدیر : حافظ عاکف سعید

نائب مدیر: فرقان دانش خان

معاونین: مرزا ایوب بیگ ' سردار اعوان
محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت : شیخ رحیم الدین

پبلشر: اسعد احمد مختار ' طابع: رشید احمد چوہدری

مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مقام اشاعت: 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور

فون: 03-5869501 فیکس: 5834000

E-Mail:anjuman@tanzeem.org

Website:www.tanzeem.org

قیمت فی شمارہ : 5 روپے

زرتعاون (اندورن پاکستان) :

سالانہ 225 روپے' ششماہی 120 روپے

سالانہ زرتعاون (بیرون پاکستان):

☆ ایران' ترکی' اومان' مسقط' عراق' الجزائر' مصر
700 روپے (12 امریکی ڈالر)

☆ سعودی عرب' کویت' بحرین' قطر' امارات' بھارت
بنگلہ دیش' افریقہ' ایشیا' جاپان' یورپ
900 روپے (15 امریکی ڈالر)

☆ امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا' نیوزی لینڈ
1400 روپے (25 امریکی ڈالر)

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مرزا ایوب بیگ

نیا سیاسی نظام اور فوجی حکمران

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو دنیا کی سب سے بڑی اسلامی ریاست پاکستان کے نام سے قائم ہوئی۔ یہ دن یقیناً پاکستان کی تاریخ کا اہم ترین دن ہے لیکن امسال اس کی اہمیت میں مزید اضافہ ہوگیا کیونکہ ایک نئے سیاسی نظام کے افتتاح کے لئے فوجی حکمرانوں نے اس دن کو منتخب کیا تھا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ پاکستان کی تاریخ میں تمام سیاسی تجربے فوجی حکمرانوں کے دور میں ہوئے۔ ایوب خان نے بنیادی جمہوریت کا تجربہ کیا۔ ملک میں صدارتی نظام رائج کیا اور بنیادی جمہوریت کے تحت منتخب ہونے والے کونسلروں کو الیکٹرول کالج کا کردار دے کر ایسا صدارتی نظام رائج کیا جس میں عوام صدر کو براہ راست نہیں بلکہ بالواسطہ منتخب کرتے ہیں۔ یہ نظام اپنے موجد کے ساتھ چلتا بنا۔ ضیاء الحق نے غیر جماعتی انتخابات کا سلسلہ شروع کیا اور آئینی ترامیم (جس کا حق انہیں سپریم کورٹ نے دیا تھا) سے پارلیمانی نظام کو نیم پارلیمانی نیم صدارتی بنا دیا۔ ان کا دعویٰ تھا کہ ان ترامیم سے چیک اینڈ بیلنس کا متوازن نظام قائم ہوگیا ہے۔ غیر جماعتی طریق انتخاب ان کا کفن میلا ہونے سے پہلے ختم کردیا گیا البتہ صدر کو بااختیار بنا کر چیک اینڈ بیلنس سسٹم جو انہوں نے قائم کیا تھا اسے ان کے معنوی بیٹے (جسے انہوں نے اپنی زندگی لگنے کی دعا بھی دی تھی) نے اپنے ہیوی مینڈیٹ کے بل پر ختم کردیا اور صدر کو ایک بار پھر ایوان صدر میں محصور کردیا گیا۔ ۱۲ اکتوبر ۹۹ء کو اقتدار جنرل مشرف پر ٹھونس دیا گیا تو انہوں نے قوم کی نبض پر ہاتھ رکھ کر بتایا کہ اسے حقیقی جمہوریت کی ضرورت ہے جس کا آغاز گراس روٹ لیول سے ہوگا اور مرحلہ وار انتخابات کروا کر عوام کو اقتدار منتقل کیا جائے گا۔ انہوں نے آغاز ہی میں نچلی سطح پر اقتدار کی منتقلی پر زور دیا اور اپنے پروگرام کے آغاز کے لئے ۱۴ اگست ۲۰۰۱ء کا دن منتخب کیا۔ اس موقع پر انہوں نے نومنتخب ضلعی ناظمین اور نائب ناظمین سے مفصل خطاب کیا۔ اس خطاب میں انہوں نے پاکستان کے ماضی کو بھیانک خواب قرار دے کر بھول جانے کا مشورہ دیا اور نئے سیاسی نظام کی بدولت روشن مستقبل کی نوید سنائی۔ صدر مشرف کے خطاب کے جائزہ لینے سے پہلے ان کی گفتگو کا خلاصہ پیش کرنا ضروری ہے۔

صدر نے پاکستان کی چون سالہ تاریخ کا جائزہ لیتے ہوئے کہا کہ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ لوگ اس انتظار میں ہیں کہ کب پاکستان کو ایک ناکام ریاست قرار دیا جاتا ہے۔ پاکستان اقتصادی طور پر تباہ ہو چکا ہے اور ایسے قرض تلے آچکا ہے جس کے چکائے جانے کا کوئی امکان نظر نہیں آتا۔ یہ اس ملک کا حال ہے جسے اللہ رب العزت نے بہترین زرعی زمین عطا کی ہے' وافر پانی دیا ہے' پانچ موسم دیئے ہیں جو بہت کم ممالک کو نصیب ہیں' پانچ دریا ہیں جن کے پانیوں سے ہم استفادہ کرتے ہیں' جو زراعت کے لئے اور بجلی کی پیداوار کے لئے ہماری ضروریات سے بھی زیادہ ہے۔ لیکن ہم باہمی جھگڑوں اور سیاسی مفادات کی وجہ سے ڈیم نہ بنا سکے اور قیمتی پانی سمندر میں جا کر ضائع ہو جاتا ہے۔ پاکستان جیسا ملک اگر بجلی کی پیداوار کے لئے تھرمل یونٹوں کا محتاج ہو تو اس سے بڑی بدنصیبی اور کیا ہوگی۔ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ ہم کل بجلی کا ستر فیصد حصہ تھرمل یونٹوں سے پیدا کرتے ہیں جن کے چلانے کے لئے تیل درآمد کرنا پڑتا ہے اور بجلی پانی کی نسبت دوگنا سے بھی زیادہ قیمت پر تیار ہوتی ہے۔

کرپشن اور ککِ بیکس نے اس ملک کی معیشت کو دیمک کی طرح چاٹ لیا ہے۔ سیاسی قیادتیں لوٹ کھسوٹ میں مصروف رہیں' بااثر لوگ قرضے لے کر ہضم کرتے رہے' غیر ملکی امداد کو غلط انداز میں استعمال کیا گیا۔ یہ رقوم غیر ترقیاتی منصوبوں پر خرچ ہوتی رہیں لہٰذا قرضوں کو بوجھ بڑھتا گیا جس سے مہنگائی اور بے روزگاری میں اضافہ ہوتا رہا۔ صدر مشرف نے کہا کہ اللہ نے ہماری زمین میں بے شمار خزانے دفن کئے ہوئے ہیں' انہیں نکالنے کے لئے تھوڑی سی کوشش اور محنت کی ضرورت تھی لیکن کسی نے اس طرف توجہ نہیں دی۔ انہوں نے مثال دیتے ہوئے کہا کہ پاکستان میں چون سال میں تیل کے ۱۲۰۰ کنویں کھودے گئے جبکہ کینیڈا میں ہر سال ایسے ۵۰۰۰ کنویں کھودے جاتے ہیں۔ چین کوئلے سے انتہائی سستی بجلی حاصل کر رہا ہے۔ دنیا کا سب سے بڑا کوئلے کا ذخیرہ پاکستان میں تھر کے علاقے میں پایا جاتا ہے۔ یہ ذخیرہ بالکل اوپر کی سطح پر ہی موجود ہے اور اسے محض وہاں سے اٹھانے کی ضرورت ہے۔

انہوں نے کہا کہ فرقہ واریت کی لعنت نحوست کی طرح ملک پر چھا گئی۔ لوگ مذہب کے نام پر ایک دوسرے کے گلے کاٹ رہے ہیں۔ عبادت گاہیں بھی اس قتل و غارت سے محفوظ نہیں۔ انہوں نے لشکر جھنگوی اور سپاہ محمد پر پابندی عائد کرنے کا اعلان کیا اور سپاہ صحابہ اور تحریک جعفریہ کو وارننگ جاری کی کہ اگر وہ کسی دہشت گردی میں ملوث پائے گئے تو ان پر بھی پابندی لگا دی جائے گی — انہوں نے کہا کہ میں نے تاریخ کا یہ جو بھیانک نقشہ پیش کیا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم سب کچھ کھو بیٹھے ہیں۔ ہم نے ابھی سب کچھ نہیں کھویا۔ اس ملک کے چودہ پندرہ کروڑ عوام اس ملک کی جوہری قوت ہیں۔ انہیں صحیح قیادت مہیا کرنے کی ضرورت ہے۔ انہوں نے کہا کہ انتخابات کے باقی مراحل بھی خیر و عافیت سے مکمل کئے جائیں گے۔ یکم سے گیارہ اکتوبر ۲۰۰۲ء تک صوبائی اور قومی اسمبلیوں اور سینٹ کے انتخابات مکمل کر کے اقتدار منتقل کر دیا جائے گا۔ انہوں نے ۸۱ ارب روپے کے ۲۰ بڑے منصوبوں کا اعلان کیا جو آئندہ تین سے پانچ سال کے عرصے میں مکمل کر لئے جائیں گے۔ انہوں نے عدلیہ اور انتظامیہ کے علیحدہ ہونے کا اعلان کیا۔ پولیس کو تحقیقات کرنے کے مکمل اختیارات ہوں گے۔ پولیس ضلع ناظم کے ماتحت ہوگی۔

جنرل پرویز مشرف کی یہ تقریر جنرل ایوب خان اور جنرل ضیاء الحق کی ان تقاریر سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے جو انہوں نے اقتدار سنبھالتے وقت کی تھیں۔ اس وقت بھی یہ تاثر پیدا ہوا تھا کہ ماضی میں برائی ہی برائی تھی' سیاسی حکومتیں تباہی کا باعث بنیں اور اب یہ عمل روک دیا گیا ہے اور ایک شاندار مستقبل پاکستان کا منتظر ہے۔ ایک لحاظ سے یہ باتیں مکمل طور پر غلط بھی نہ تھیں۔ ایوب خان نے ساڑھے دس سال حکومت کی۔ اس دور میں ملک کو سیاسی طور پر استحکام حاصل رہا اور صنعتی ترقی کی وجہ سے ملکی معیشت کو ترقی ملی۔ یاد رہے ایوب خان سے پہلے گیارہ سالوں میں سات حکومتیں تبدیل ہوئیں۔ لیکن اس حکومتی استحکام اور صنعتی ترقی کے باوجود سیاسی عمل نہ ہونے کی وجہ سے عوام سے دوری پیدا ہوگئی اور پاکستان کے دولخت ہونے کی بنیادی اور حقیقی وجہ یہی دوری تھی۔ عوام سے کوئی براہ راست رابطہ نہیں تھا' لہٰذا لاوا ایک دم پھٹا اور ملک دولخت ہوگیا۔

ضیاء الحق' تحریک نظام مصطفیٰ کے نتیجہ میں برسر اقتدار آئے تھے۔ حسن اتفاق سے ان کا اپنا مزاج بھی مذہبی تھا۔ انہوں نے ۵ جولائی ۱۹۷۷ء سے ۱۷ اگست ۱۹۸۸ء تک حکومت کی' یعنی اب تک پاکستان کی تاریخ میں ان کی حکومت طویل ترین عرصہ تک رہی۔ آگے کی خدا جانے! ان کی حکومت کے دو کارنامے ہیں۔ ایک افغانستان میں سوویت یونین کی شکست فاش اور اس کی شکست و ریخت' اور دوسرا اسلامائزیشن کی طرف پیش رفت۔ لیکن عملاً یہ ہوا کہ سوویت یونین کی ٹوٹ پھوٹ سے امریکہ دنیا کی سپریم پاور بن گیا اور آج ہمارے پیدائشی اور ازلی دشمن بھارت سے مل کر ہمیں زک پہنچانے کی بھرپور کوشش کر رہا ہے۔ اسلامائزیشن محض مذہبی سطح پر ہوئی۔ دفاتر میں اقامت صلوٰۃ پر زور دیا گیا۔ رمضان آرڈیننس نافذ ہو گیا لیکن نظام میں کوئی تبدیلی نہ کی گئی۔ زکوٰۃ صرف بینک کے سود سے کاٹی جاتی۔ ان جزوی اور غیر سنجیدہ اقدام کی وجہ سے اسلامائزیشن کا عمل بدنام ہوا اور قوم مذہبی فرقہ واریت کی لپیٹ میں آ گئی۔

ہم جنرل مشرف کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ ہمیں جنرل ایوب اور جنرل ضیاء کی نیت اور خلوص پر بھی شک نہیں تھا۔ پھر یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ کوئی نظام زیادہ اچھائیوں کا حامل ہوتا ہے اور کوئی کم' لیکن اصل اور فیصلہ کن حیثیت کسی نظام کے چلانے والوں کو حاصل ہوتی ہے۔ مثلاً اشتراکیت اپنے نقائص کی وجہ سے ستر سال میں دنیا بھر سے ختم ہوگئی لیکن خوش قسمتی سے چین کو پے بہ پے اچھی قیادت ملی لہٰذا وہاں بعض ترامیم کے ساتھ سوشلزم ایک اچھا نظام ثابت ہوا اور چین اقتصادی و عسکری لحاظ سے تیزی سے ترقی کی منازل طے کر رہا ہے۔ سرمایہ دارانہ جمہوری نظام میں سو خرابیاں ہیں لیکن مغرب اور امریکہ میں اسے کامیابی اس لئے حاصل ہو رہی ہے کہ قیادت اپنے عوام سے انتہائی مخلص ہے اور قومی مفادات کو ہمیشہ اولیت حاصل رہتی ہے۔

صدر محترم! ایک کامل اور متوازن نظام کے حوالے سے ہمارے نزدیک اصل نظام تو خلافت کا وہ نظام ہے جس کی جھلک چشم عالم نے خلافت راشدہ کی صورت میں دیکھی تھی' تاہم آپ کے پیش کردہ سیاسی ڈھانچے یعنی حقیقی جمہوریت اور نچلی سطح پر اقتدار کی منتقلی کے فارمولے سے کون احمق اختلاف کر سکتا ہے' اصل سوال یہ ہے کہ ہم ہر سطح پر دیانت دار' مخلص' محنتی اور اہل قیادت فراہم کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر ایسی قیادت فراہم ہو جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ نیا نظام کامیابی سے ہمکنار نہ ہو سکے۔

مراسلات

اُمت مسلمہ پر افغان قوم کے احسانات اور حکومت پاکستان کا فرض

اُمت پر افغان قوم کے عظیم احسانات ہیں۔ افغان قوم نے بیسویں صدی میں اُمت کی روح میں جہاد کو زندہ و بیدار کیا اور یہ اُسی جہاد کی برکت ہے کہ آج پاکستان اقوام عالم کے نقشے پر دنیا کی ساتویں اور اسلامی ممالک کی پہلی ایٹمی قوت بن چکا ہے۔ اس کا سہرا پاکستان کے مختلف حکمرانوں کے بعد افغان قوم کے سر بھی ہے' کیونکہ جہادِ افغانستان کے دوران ہمارے ازلی دشمن امریکہ کی تمام تر توجہ سوویت یونین کو پاش پاش کرنے پر مرکوز تھی اور وہ پاکستان کے ایٹمی پلانٹ کو سرے سے بھول گیا۔ آج اسی عظیم جذبۂ جہاد سے سرشار قوم پر امریکہ اقوام متحدہ کے ذریعے اقتصادی پابندیاں لگا رہا ہے جبکہ ہمارے حکمران امریکہ کو خوش کرنے کے لئے اس کا ہر جائز و ناجائز حکم ماننے کے لئے بے تاب ہیں۔ ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کے اُس حکم کی صریحاً خلاف ورزی ہے جو سورۃ فتح میں اُمت کو دیا گیا ہے: ''محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں' جو ان کے ساتھی ہیں وہ کافروں پر سختی کرنے والے ہیں اور آپس میں رحم دل ہیں'' (الفتح: ۲۹)۔ ہمیں اس مشکل گھڑی میں اپنے افغان بھائیوں کی ہر طرح مدد کرنی چاہئے۔ ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کا حکم بھی ہے اور نبی کریم ﷺ کے اس قول کے مطابق بھی کہ ''مومن ایک دیوار کی مانند ہیں جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو مضبوط کئے ہوئے ہے''۔

افغان قوم کا جرم فقط یہ ہے کہ انہوں نے امت میں جذبۂ جہاد کو اجاگر کیا اور اپنے زیر قبضہ خطۂ زمین پر اللہ تعالیٰ کا نظام نافذ کیا۔ ان کو اسی جرم کی سزا دی جا رہی ہے۔ مگر یہ غیرت مند قوم سورۃ البقرہ کی آیات ۱۵۵' ۱۵۶ کا مصداق کامل بنی ہوئی ہے' ''اور البتہ ہم آزمائیں گے ان کو ڈر سے اور بھوک سے اور نقصان سے مالوں کے اور جانوں کے اور میووں کے اور خوشی سنا دو ثابت قدم رہنے والوں کو' اور جب ان کو پہنچے کوئی مصیبت تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ کا مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے''۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بالآخر افغان کامیاب و سرخرو ہوں گے۔ ان حالات میں حکومت پاکستان کا یہ فرض عین ہے کہ وہ افغان بھائیوں کا بھرپور ساتھ دے کیونکہ ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کے حکم اور نبی کریم ﷺ کے فرمان کے عین مطابق ہے۔ یہ طالبان ہی کا فیض ہے کہ آج کشمیر میں درجن سے زائد تنظیمیں مصروفِ جہاد ہیں۔ لہٰذا حکومت پاکستان کو چاہئے کہ وہ امریکہ کے حکم کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی پیروی کرے۔ اسی میں ہماری دُنیوی و اُخروی کامیابی مضمر ہے۔

(مرسلہ: محمد اقبال ایبٹ آبادی' قیوم پارک' شاہدرہ' لاہور)

۵۴ واں یوم آزادی —— ''غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی''

مسجد دارالسلام باغ جناح، لاہور میں نائب امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کے ۱۰ اگست کے خطاب جمعہ کی تلخیص

اس سال ۱۴ اگست کے دن قمری اعتبار سے پاکستان کی تاسیس کو ۵۴ برس مکمل ہو جائیں گے۔ اس موقع پر قومی سطح پر خوشی کا اظہار ہوگا۔ رنگا رنگ تقریبات منعقد ہوں گی۔ یہ وہ قوم کرے گی جسے اللہ نے آزادی کی نعمت سے نوازا تھا لیکن جو آج اپنی کوتاہیوں اور سیاہ کاریوں کے باعث آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کی معاشی غلامی میں جکڑی ہوئی ہے اور جسے غلط فہمی یہ ہے کہ ہم آزاد ہیں۔ حالانکہ ہونا یہ چاہئے کہ یوم آزادی کے موقع پر ملک و ملت کو جو مسائل درپیش ہوں ان پر مذاکرے ہوں، مسائل کے حل تلاش کئے

آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کی معاشی غلامی کے باوجود ہمیں غلط فہمی ہے کہ ہم آزاد ہیں

جائیں، اپنی کوتاہیوں کی تلافی کی جائے۔ گویا یہ وقت ہے تذکیر کا، یاد دہانی کا ۔

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی
گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹا دی

یاد دہانی کے لئے سب سے مؤثر شے قرآن ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

''بے شک ہم نے تمہاری طرف وہ کتاب نازل کر دی ہے جس میں تمہارا ذکر ہے (یا تمہارے حصے کی یاد دہانی ہے) پس کیوں عقل سے کام نہیں لیتے''۔ (الانبیاء:۱۰)

اس اعتبار سے دیکھا جائے تو سورۂ انفال کی آیت نمبر ۲۶ میں ہمارا تذکرہ موجود ہے۔ یہ آیۂ مبارکہ اس سورہ کے تیسرے رکوع میں ہے جو پورے طور پر مسلمانان پاکستان پر منطبق ہوتی ہے۔ آیئے اس رکوع کا مطالعہ کریں اور اس میں ہمارے لئے جو تذکیر و موعظت ہے اس سے فائدہ اٹھائیں۔ مزید برآں غور کریں کہ پاکستان کن حالات میں قائم ہوا تھا۔ اور اس کے قیام کا مقصد کیا تھا؟ نیز اب تک اس سمت کوئی پیش رفت ہوئی یا نہیں۔ فرمان ربانی ہے:

''اے اہل ایمان اطاعت کرو اللہ کی اور رسول کی اور حکم سن لینے کے بعد اس سے سرتابی نہ کرو''۔ (آیت:۲۰)

سورۂ انفال غزوۂ بدر کے فوری بعد نازل ہوئی۔ غزوۂ بدر میں اللہ نے ۳۱۳ نہتے مسلمانوں کو ۱۰۰۰ کے لشکر کفار پر فتح دی۔ اس پر تو مسلمانوں کو جشن منانا چاہئے تھا۔ لیکن سورۂ انفال کا رنگ ہی اور ہے۔ دراصل یہاں فرمایا جا رہا ہے کہ غزوہ بدر کے موقع پر مسلمانوں کو اللہ اور رسولؐ کی بے چون وچرا اطاعت کی روش پر فتح دی گئی، گویا کامیابی و فتح کی کلید کثرت تعداد یا سامان نہیں، اللہ اور رسولؐ کی اطاعت ہے۔ اگلی آیت میں فرمایا:

''اور ان لوگوں کی مانند نہ ہو جانا جو کہتے تو یہ تھے کہ ہم نے بات سن لی ہے حالانکہ وہ سنتے نہ تھے''۔ (آیت:۲۱)

اس آیہ مبارکہ میں یہود کی طرف اشارہ ہے۔ جن کے اس عمل کا عکس منافقین کے عمل میں بھی موجود تھا۔ غور طلب بات یہ ہے کہ کہیں آج ہم بھی اسی طرز عمل کا مظاہرہ تو نہیں کر رہے۔ اگلی آیت میں فرمایا:

''یقیناً اللہ کے ہاں بدترین قسم کے جانور بہرے، گونگے لوگ ہیں جو عقل سے کچھ کام نہیں لیتے۔ اور اگر اللہ ان میں کوئی خیر پاتا تو اللہ ان کو سنوا دیتا اور اگر انہیں یہ توفیق مل جاتی تو بھی بے رخی سے پیٹھ پھیر لیتے''۔ (آیت:۲۲، ۲۳)

یعنی مختلف تعصبات کا شکار ہو کر اپنی عقل پر تالا ڈالنے والے لوگ اللہ کی نظر میں بدترین خلائق ہیں اور تعصبات کی یہ پٹی اتنی دبیز ہو جاتی ہے کہ پھر ایسے لوگ مسلوب التوفیق ہو جاتے ہیں۔ آگے فرمایا:

''اے اہل ایمان اللہ اور اس کے رسول کی پکار پر لبیک کہو۔ جب کہ وہ بلائیں تمہیں اس کام کی طرف جس میں تمہارے لئے زندگی کا سامان ہے اور یہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ آدمی اور

آزادی کی نعمت کے شکر کا تقاضا یہ ہے کہ یہاں خلافت راشدہ کا نظام قائم کیا جائے

اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور اسی کے حضور تم جمع کئے جاؤ گے''۔ (آیت:۲۴)

رسول تمہیں پکار رہے تھے کہ آؤ اس لشکر کا مقابلہ کرو۔ بظاہر اس میں موت تھی۔ لیکن فرمایا جا رہا ہے کہ اللہ اور رسولؐ جس کام کی طرف تمہیں بلا رہے ہیں اسی میں تمہاری زندگی ہے۔ اس آیت کی تاویل عام یہ ہوگی کہ اللہ اور رسول جس کام کی طرف بلا رہے ہیں اس میں فائدہ ہی فائدہ ہے، خیر ہی خیر ہے۔ احکام شریعت پر عمل کرنے میں بھلائی ہی بھلائی ہے۔

مثلاً آج ایک سوچ یہ ہے کہ سودی نظام کے بغیر ہماری معیشت چل نہیں سکتی۔ قرآن کہتا ہے کہ سود بدترین گناہ ہے لیکن ہم کہتے ہیں کہ سود کے بغیر معیشت ٹھپ ہو جائے گی۔ حالانکہ یہ سودی معیشت ہی تو ہے جس کی وجہ

کامیابی و فتح کی واحد کلید اطاعتِ اللہ اور اطاعتِ رسولؐ ہے

سے یہاں غریب اور امیر میں دن بدن فرق بڑھتا جا رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سودی معیشت کے ہوتے ہوئے ممکن نہیں کہ ہمارا معاشی نظام سدھر سکے۔ تاہم جو اپنے طرز عمل کی اصلاح نہ کرے تو اللہ تعالیٰ ایسے انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ اگلی آیت میں ارشاد ہے:

''اور اس فتنہ سے بچ جاؤ جو صرف انہی لوگوں کے لئے مخصوص نہ ہوگا جنہوں نے تم میں سے ظلم کیا ہو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے''۔ (آیت:۲۵)

یعنی جو لوگ مسلمان ہونے کے باوجود اللہ اور رسول کی نافرمانی کی روش نہیں چھوڑیں گے وہ دنیا میں بھی سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ اور جب اللہ کا عذاب آئے گا تو گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس کر رہے گا۔

اب جو آیت آ رہی ہے اس میں ایک اعتبار سے قیام پاکستان کے حالات کا ذکر ہے، فرمایا:

''اور یاد کرو جب تم تعداد میں قلیل تھے اور تمہیں زمین میں دبا لیا گیا تھا۔ تمہیں اندیشہ تھا کہ لوگ تمہیں اچک لے جائیں گے۔ تو اللہ نے تمہیں پناہ گاہ عطا فرما دی اور تمہاری تائید کی خاص اپنی نصرت سے اور تمہیں پاکیزہ رزق عطا کیا تا کہ تم شکر گزار بنو''۔ (آیت:۲۶)

اگرچہ اس آیت کے پس منظر میں مکہ اور مدینہ کے

حالات ہیں۔ لیکن اس کا مسلمانانِ پاکستان سے بھی گہرا تعلق ہے۔ تقسیم سے پہلے جب مسلمانوں نے علیحدہ خطہ زمین کا مطالبہ کیا تو انہیں شدید اندیشہ تھا کہ انگریز کے جانے کے بعد ہندو ہمیں دبا لے گا' اس لئے کہ ہندو تعداد میں بھی مسلمانوں سے بڑھ کر تھا اور تعلیم اور معیشت کے میدان میں بھی مسلمانوں سے بہت آگے تھا۔ پھر یہ کہ ہندوؤں میں شدید انتقامی جذبات موجزن تھے اور وہ مسلمانوں کا تشخص مٹانے کے درپے تھے۔ ان حالات میں اللہ نے پاکستان کی صورت میں ایک بہترین پناہ گاہ عطا کی۔ لیکن ہم نے شکر ادا کرنے کے بجائے ناشکری اور کفرانِ نعمت کا راستہ اختیار کیا۔ شکر کا تقاضا تو یہ تھا کہ پاکستان کو صحیح معنوں میں ایک نمونے کی اسلامی ریاست بنایا جاتا' یہاں اللہ کا دین قائم و نافذ کیا جاتا لیکن ہم نے اللہ اور اس کے دین سے بے وفائی کا معاملہ کیا۔ یہ بات بھی اظہر من الشمس ہے کہ پاکستان کا قیام معجزانہ ہے۔ پاکستان کا قائم ہونا ناممکن تھا اگر اللہ کی خاص تائید و نصرت شاملِ حال نہ ہوتی۔ یہی بات قائداعظم کے آخری الفاظ میں ملتی ہے جو ڈاکٹر ریاض علی اللہ شاہ نے نقل کئے ہیں جو کچھ یوں ہیں ''تمہیں معلوم نہیں مجھے کتنا سکون ہوتا ہے جب میں دیکھتا ہوں کہ پاکستان بن گیا۔ اگر رسول اللہ کا فیض میرے شاملِ حال نہ ہوتا تو پاکستان کبھی نہ بنتا۔ اب یہ یہاں کے عوام کا کام ہے کہ وہ یہاں خلافتِ راشدہ کا نظام قائم کریں''۔ قائداعظم نے ان الفاظ میں شکر ادا کرنے کا بھی طریقہ بتا دیا ہے کہ اگر ہم اس وعدے کو پورا کریں جس مقصد کے لئے یہ ملک قائم ہوا تھا یعنی یہاں اللہ کا دین قائم کریں اور اس کی طرف پیش رفت کریں تو یہ حقیقی معنوں میں شکر ادا کرنا ہوگا۔ اگلی آیت میں ارشاد ہے:

''اے اہلِ ایمان اللہ اور رسول سے خیانت نہ کرنا اور آپس میں بھی ایک دوسرے کی امانت میں خیانت نہ کرنا''۔

جو وعدہ ہم نے اللہ سے قیامِ پاکستان کے وقت کیا تھا۔ اسے پورا نہ کرکے بھی گویا خیانت کے مرتکب ہوئے ہیں۔ اور ویسے بھی ہر کوئی اپنی جگہ کرپشن اور باہمی خیانت کا مرتکب ہو رہا ہے۔ ہمیں اس یومِ آزادی کے موقع پر اپنے اس طرزِ عمل میں تبدیلی پیدا کرنا چاہئے۔ آگے فرمایا:

''اور جان لو یہ مال اور اولاد فتنہ ہے اور بے شک اللہ کے پاس ہی اجرِ عظیم ہے''۔ (آیت: ۲۸)

اولاد اور مال فتنہ (آزمائش) ہے کہ اللہ ان کے ذریعے بھی انسان کو آزماتا ہے۔ یہ مال و اولاد کی محبت انسان کو اللہ کی اطاعت سے روکتی اور حرام میں منہ مارنے پر آمادہ کرتی ہے۔ مسلمانانِ پاکستان اسی آزمائش میں ناکام ہوئے۔ آج اگر اس کوتاہی کی تلافی کا کوئی امکان ہے تو صرف یہی کہ ہم اس ملک کے قیام کے اصل مقصد کی طرف پیش رفت کریں اور یہاں خلافتِ راشدہ کا نظام قائم کریں۔ ○○

QURAN COLLEGE OF ARTS & SCIENCE
Registered & Recognised by the BISE Lahore

دنیوی اور دینی تعلیم کا حسین امتزاج

قرآن کالج آف آرٹس اینڈ سائنس

نگران و سرپرست : ڈاکٹر اسرار احمد

Classes:

- **FA** (Arts Group)
- **FA** (General Science)
- **I.Com** (Banking/Computer)
- **ICS** (Math+Stat+Computer Science)
- **ICS** (Math+Physics+Computer Science)
- **BA** (Ecomomics+Maths)
- **BA** (Other Combination)

- ایک مکمل تعلیمی و تربیتی پروگرام
- بورڈ اور یونیورسٹی کے نصاب تعلیم کی معیاری تدریس
- لاہور کے خوبصورت اور پرسکون علاقے میں شاندار عمارت
- ہم نصابی سرگرمیوں میں تحریر و تقریر پر خصوصی توجہ
- وسیع و عریض' قابل دید' ایئر کنڈیشنڈ آڈیٹوریم
- بنیادی دینی تعلیم کا خصوصی اہتمام
- آڈیو اور ویڈیو سہولتوں سے آراستہ
- انتہائی محنتی اور قابل اساتذہ
- مثالی نظم و ضبط
- ہاسٹل کی محدود سہولت' فرنشڈ کمرے
- کمپیوٹر اپلیکیشنز میں Office 2000 کی لازمی اور مفت تعلیم

مزید تفصیلات کے لئے درج ذیل پتے سے پراسپکٹس طلب کیجئے

قرآن کالج ۱۹۱ اتاترک بلاک' نیو گارڈن ٹاؤن' لاہور ☎ : 5833637

بقیہ: گوشۂ خواتین

ہے۔ گٹھلی جتنی صحت مند ہو اور طاقت ور ہوگی اسی طرح کے برگ و بار لائے گی۔ جس طرح ایک صاف اور مضبوط گٹھلی کو اچھی زمین میسر آ جائے تو یقیناً وہ پھلے پھولے گی بالکل اسی طرح اگر دل میں ایمان ہے اور یہ بیج دل کی زمین میں بویا گیا ہے تو یقیناً عمل صالح کی شکل میں پھوٹ کر نکلے گا۔ یہ ممکن نہیں کہ دل میں ایمان کا بیج لگایا جائے اور باہر عمل بدنظر آئیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک میں ﴿اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ کا چولی دامن کا ساتھ نظر آتا ہے۔ جس طرح وہ گٹھلی بیکاری سمجھی جاتی ہے جو پودا نکالنے کی طاقت نہیں رکھتی' اس طرح وہ ایمان لاحاصل ہے جس سے عمل صالح نہ پھوٹیں۔ اس ایمان کی مثال آگ کے الاؤ یا پھر برف کی سل سے دی جا سکتی ہے کہ اگر ان دونوں میں سے کوئی بھی چیز موجود ہو تو اس کے اثر سے ماحول ضرور گرم یا سرد ہوگا اگر ایسا نہیں ہو پا رہا تو ضرورت اس بات کی ہے کہ ان عوامل یعنی آگ اور برف کو پرکھا جائے کہ آیا یہ واقعی موجود ہیں یا یہ کہ ہماری نظر کا دھوکہ ہے۔ اگر ہم ایمان رکھنے کے باوجود ایمان کے تقاضے پورے کرنے سے قاصر ہو رہے ہیں تو پھر اس کو کچھ اور نام دینا پڑے گا' کیونکہ یہ ایمان بہرحال نہیں ہے۔

یہی وہ سب کچھ ہے جسے ہم مذہبی رجحان کا نام دے سکتے ہیں۔ اگر ہم اس کے بارے میں اپنے دل کو سخت کرلیں' اپنے کانوں کو بند کرلیں' اپنی آنکھوں کو موند لیں تو ہم پر بھی سورہ اعراف کی وہ آیت صادق آئے گی جس کا تذکرہ ابتداء میں کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ ہم اپنے ایمان کی جانچ پڑتال کرتے رہیں اور اس حس کو ہمیشہ زندہ رکھنے کی کوشش کرتے رہیں۔ آمین!

غلبہ دین حق کی جدوجہد (1)

(آغاز سے انجام تک مراحل)

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

۱۔ بعثت نبوی سے وفات حسرت آیات تک

قرآن کریم کے مطالعے سے یہ بات بڑی آسانی کے ساتھ سمجھ میں آ سکتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا مقصد بعثت روئے ارضی پر نظام اسلام کا نفاذ تھا۔ روئے ارضی پر اس لئے کہ آپؐ کسی خاص قوم کی طرف مبعوث نہیں کئے گئے تھے بلکہ آپؐ کی بعثت جزیرہ نما عرب اور تمام جہاں کے لئے تھی' جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا ﴿وما ارسلنک الا کافتہ الناس بشیراً و نذیراً﴾

چنانچہ غار حرا میں آغاز وحی کے ساتھ ہی جب آپ کو دعوت حق کا فریضہ سونپا گیا تو آپ لوگوں کو دین حق کی دعوت دینے میں لگ گئے۔ مکہ کے خوشحال اور سردار لوگ آپ کے مخالف ہو گئے۔ یہ مخالفت شدید سے شدید تر ہوتی گئی مگر آپؐ اپنے موقف سے ذرہ برابر ادھر ادھر نہ ہوئے۔ اہل مکہ نے آپ کو طرح طرح کی پیشکشیں کیں اور لالچ دیئے۔ مگر جب یہ سارا کچھ بے اثر ثابت ہوا تو اہل مکہ نے آپؐ کا اور آپؐ کے مٹھی بھر ساتھیوں کا جو مکہ میں ایک ایک کر کے اکٹھے ہوئے تھے' جینا دوبھر کر دیا۔ چنانچہ آپؐ کو اپنے ساتھیوں سمیت مکہ چھوڑنا پڑا اور مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے۔

مدینہ پہنچ کر آپ نے دین حق کی دعوت شروع کر دی اور اپنے مشن میں لگ گئے۔ یہاں آپ کو کچھ اور مخلص ساتھی مل گئے۔ کفار مکہ کو آپ کی کامیابی ہرگز برداشت نہ تھی کیونکہ ان کے مفادات تو موجودہ نظام کے ساتھ وابستہ تھے۔ چنانچہ انہوں نے مدینہ میں بھی آپ کو چین سے نہ بیٹھنے دیا اور خطرناک منصوبے بنانے شروع کئے۔ وہ چاہتے تھے کہ حق کی اس آواز کو شروع ہی میں دبا کر ختم کر دیا جائے۔

باطل کے غم و غصے نے آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے ساتھیوں کے جوش و جذبے میں اور اضافہ کیا۔ نتیجتاً خوں ریز جنگوں کا آغاز ہو گیا جن میں مسلمانوں کو قلیل تعداد اور بے سروسامانی کے باوجود ایمان و یقین کی بدولت غلبہ نصیب ہوا اور ایک دن وہ بھی آ گیا کہ جب رسول اللہ ﷺ اپنے مخلص اور جاں نثار ساتھیوں کے ساتھ مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے۔

یہ وہی مکہ تھا جہاں سے آپ کو نکلنے پر مجبور کر دیا گیا تھا اور مکہ والے وہی لوگ تھے جنہوں نے آپؐ کے قتل کے منصوبے بنائے' آپؐ پر تشدد کیا' آپؐ کے ساتھیوں پر ظلم کے پہاڑ توڑے۔ مگر زمانہ جانتا ہے کہ اس فتح کے موقعہ پر آپؐ نے کس قدر صبر و تحمل سے کام لیا۔ عام معافی دے دی گئی' کیونکہ مکہ فتح کرنا اور یہاں دوبارہ آ کر طواف کعبہ کا شرف حاصل کرنا ہی آپؐ کا مقصود نہ تھا بلکہ یہ تو آپ کے مشن کی ابتدائی کامیابی تھی۔ اس کے بعد قرب و جوار کے لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے۔ حضور ﷺ نے اپنی حین حیات اسلامی ریاست قائم کر دی جو جزیرہ نما عرب پر مشتمل تھی۔ مگر آپؐ کو اسی پر بس نہ کرنا تھا کیونکہ آپؐ کا مقصد بعثت تو دین حق کا عالمگیر غلبہ تھا' فتوحات حاصل کرنا اور مال و دولت جمع کرنا کسی درجے میں بھی مطلوب نہ تھا۔

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

یہاں شہادت کا مطلب دین حق کے غلبہ کی جدوجہد میں انتہائی قدم اٹھانا ہے اور بقول کسے

میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی
میں اسی لئے مجاہد میں اسی لئے ہوں غازی

دنیا کی نظروں میں جزیرہ نما عرب پر دین حق کا غلبہ آپؐ کے لئے اور آپؐ کے ساتھیوں کے لئے بہت بڑی کامیابی تھی کہ جو کام فرد واحد نے شروع کیا وہ بیس بائیس سال کی مدت میں اتنی بڑی تبدیلی لے آیا۔ کفر و شرک اور نظام باطل کا اس چھوٹی سی ریاست میں قلع قمع ہو گیا اور دین حق کا آوازہ بلند ہوا۔ شعر و شاعری ختم ہوئی اور تلاوت قرآن کا آغاز ہوا۔ بت پرستی' زر پرستی اور ظلم و زیادتی کا خاتمہ ہوا اور خدا کے بندے خدائے واحد کے سامنے جھک گئے۔ مگر یہ اس کام کا انجام نہ تھا۔ آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے اظہار دین حق یعنی دین اسلام کے مکمل غلبے کے لئے مبعوث فرمایا تھا ﴿ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ و لو کرہ المشرکون﴾ "وہی ہے جس نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر تاکہ وہ اس کو غالب کر دے سب دینوں پر' اگرچہ مشرک لوگ اس کو ناپسند کریں۔"

چھوٹی سی اسلامی ریاست کے قیام سے تو یہ مقصد حاصل نہیں ہوتا چنانچہ اس کامیابی کے بعد آپؐ نے دیگر ممالک کے بادشاہوں کے نام تبلیغی و دعوتی خطوط لکھے اور ان کے ہاں وفود بھیجے۔ مگر یہ کارروائی کوئی روایتی انداز کی نہ تھی بلکہ یہ ایک طرح کی وارننگ تھی کہ بادشاہو' جن ممالک پر تم حکمرانی کر رہے ہو یہ ملک تمہارے نہیں خدائے لاشریک کے ہیں۔ لہٰذا یہاں اسی مالک الملک کا قانون چلنا چاہئے۔ اس کے جواب میں بعض ممالک نے تو جزیہ دینا قبول کیا اور چھوٹے بن کر رہنے پر رضامند ہو گئے مگر بعض ممالک نے نامعقول جواب دیئے جس پر انہیں راہ راست پر لانے کے پروگرام ترتیب دیئے جانے لگے۔

آپؐ تریسٹھ سال کی مہلت عمر لے کر آئے تھے جو ختم ہوئی اور آپؐ رفیق الاعلیٰ سے جا ملے۔ مگر کل عالم پر غلبہ دین حق کا قیام ہنوز باقی تھا۔

وقت فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نور توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

(جاری ہے)

تنظیمی اطلاعات

☆ نائب امیر تنظیم اسلامی جناب حافظ عاکف سعید نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ ۲۶ جولائی میں مشورہ کے بعد حلقہ سرحد (شمالی) کے امیر جناب اظہر بختیار خلجی کی سفارش کے مطابق دیر' گنوڑی اور بی بیوڑ کے اسرہ جات پر مشتمل ایک نئی مقامی تنظیم "تنظیم اسلامی دیر بالا" قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اسرہ بی بیوڑ کے نقیب جناب عالم زیب کو دیر بالا کے امیر کی ذمہ داری تفویض کی گئی ہے۔

☆ نائب امیر تنظیم اسلامی جناب حافظ عاکف سعید نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ ۲۶ جولائی میں مشورہ کے بعد حلقہ سندھ (زیریں) کے امیر کی سفارش کے مطابق کراچی میں ایک نئی مقامی تنظیم "تنظیم اسلامی کراچی (سوسائٹی)" قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ نئی مقامی تنظیم ضلع کراچی جنوبی کے علاقہ جات محمود آباد' منظور کالونی' اعظم بستی اور ضلع کراچی شرقی نمبر ا کے علاقہ جات سوسائٹی' جہانگیر روڈ اور KDA سکیم نمبر ا پر مشتمل ہو گی۔ جناب فریس احمد کو تنظیم اسلامی کراچی (سوسائٹی) کے امیر کی ذمہ داری تفویض کی گئی ہے۔

اقوام متحدہ کی ''کارکردگی''

رعنا ہاشم خان

نیو یارک کے پُررونق اور پوری دنیا میں اپنی خوبصورتی کے باعث انتہائی مشہور علاقے مین ہیٹن میں اٹھارہ ایکڑ پر پھیلی ہوئی ایک پرشکوہ عمارت کو جسے دنیا کے گیارہ قابل اعتماد اور باصلاحیت آرکیٹکٹس نے ڈیزائن کیا تھا کو اقوام متحدہ کا ہیڈ کوارٹر ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ اس عمارت کی وجہ سے یہ علاقہ مقامی طور پر بین الاقوامی زون بھی کہلاتا ہے۔ عمارت کے باہر تمام ممبر ممالک کے ۱۸۸ پرچم لہراتے ہیں۔ یہ رنگارنگ منظر فرسٹ ایونیو پر گزرنے والی ہر آنکھ کو بھاتا ہے۔ یہ پرچم انگریزی حروف تہجی کے مطابق لگائے گئے ہیں۔ یوں پہلا پرچم افغانستان کا اور آخری زمبابوے کا ہے۔ اقوام متحدہ کی اس عمارت میں جنرل اسمبلی ہال سب سے بڑا ہے جس میں بیک وقت ۱۸۰۰ افراد سما سکتے ہیں۔ اس اسمبلی ہال کی ایک دیوار پر پوری دنیا کا نقشہ ہے جس کے دونوں طرف موجود زیتون کی شاخیں امن کی نشاندہی کرتی ہیں۔ جنرل اسمبلی ہال اس عمارت کا دماغ کہلاتا ہے جہاں ۱۸۸ ممبر ممالک عالمی مسائل کے حل کے لئے سر جوڑ کر بیٹھتے اور بین الاقوامی تعاون کی اپیلیں کرتے ہیں۔ اقوام متحدہ کی اس جنرل اسمبلی کو حقوق انسانی کا کس قدر خیال ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ کشمیر کا بہتا لہو اور افغان مہاجرین کے آنسو تو اس کو ٹس سے مس کر نہیں سکے لیکن چند ہفتے پیشتر اس جنرل اسمبلی نے ایک قانونی ترمیم منظور کر کے قوم لوط کے نقش قدم پر چلنے والوں کو حقوق انسانی کی بنیاد پر تسلیم کر لیا ہے۔

عمارت کا دوسرا قابل ذکر حصہ سکیورٹی کونسل کا چیمبر ہے۔ اس چیمبر کے پردوں اور دیواروں پر نیلے اور سنہرے رنگ کے نقش و نگار امیدوں کے پھلنے پھولنے اور عقیدوں کی حفاظت کے مظہر ہیں۔ سکیورٹی کونسل کی پہلی اور اہم ترین ذمہ داری بین الاقوامی سطح پر امن اور استحکام کا قیام اور اس کی حفاظت ہے۔ سکیورٹی کونسل کو اقوام متحدہ کے ''ایمرجنسی روم'' کی حیثیت حاصل ہے کہ جیسے ہی کہیں امن کو خطرہ درپیش ہو سکیورٹی کونسل کو حرکت میں آجانا چاہئے۔

تیسرا قابل ذکر حصہ اکنامک اینڈ سوشل چیمبر کا ہے۔ اس چیمبر کی چھت پر جب نگاہ دوڑائی جائے تو پائپ اور ڈکٹس نظر آتی ہیں جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اقوام متحدہ کا اکنامک اور سوشل ورک کبھی نہیں رکتا بلکہ دنیا کے ہر ذی روح تک تمام بنیادی سہولیات پہنچانے کے لئے یہ ہر وقت کوشاں ہے۔ جنرل اسمبلی کی لابی میں نصب ہوکالٹ پینڈولم اس بات کا ثبوت ہے کہ زندگی ہر وقت حرکت میں ہے اور اس حرکت میں برکت پیدا کرنے کے لئے اقوام متحدہ کو مسلسل متحرک رہنا چاہئے۔ اس کے علاوہ اقوام متحدہ کی اس عمارت میں ''جاپانی امن کی گھنٹی'' بھی موجود ہے جس کو پوری دنیا میں امن کی بہار لانے کے خیال سے سال میں دو دفعہ یعنی مارچ کے آغاز اور ستمبر کے آخر میں بجایا جاتا ہے۔ اقوام متحدہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ دوسری جنگ عظیم کے بعد قائم کی گئی تاکہ تیسری جنگ عظیم کو روکا جاسکے اور اقوام عالم کو انصاف، امن اور محبت کا پیغام دیا جاسکے۔ لہٰذا اقوام متحدہ کے چارٹر میں یہ عہد کیا گیا کہ ہم آنے والی نسلوں کو جنگ کی ہولناکیوں سے بچائیں گے، انسانیت کو ایک دوسرے کے ساتھ بھائی چارے اور امن وامان کی فضا میں آزادی کے سانس لینے کا موقع فراہم کریں گے۔ لیکن اپنے چارٹر کے بالکل برعکس اس ادارے کی تمام تر توانائیاں دنیا میں حقوق نسواں اور آزادیٔ نسواں تک محدود ہو کر رہ گئی ہیں۔ مزید یہ کہ آزادیٔ نسواں سے وابستہ تمام تنظیمیں اور این جی اوز اقوام متحدہ کی لاڈلی ہیں اور ان کے تمام ناز نخرے یہ ادارہ بسروچشم اٹھاتا ہے۔ انسانی حقوق کا راگ الاپنے والے اس ادارے کو بھارت کا مقبوضہ کشمیر میں نہتے مسلمانوں کے خلاف جرائم کا ارتکاب اور آزادی کے متوالوں پر تشدد اور بربریت کے ریکارڈ توڑ دینے والی انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزیاں نظر نہیں آتیں جن پر ایمنسٹی انٹرنیشنل سمیت کئی عالمی اداروں کی مصدقہ رپورٹس موجود ہیں۔ جہاں بھارتی قیادت کسی عالمی ادارے یا انسانی حقوق کی تنظیم کو مقبوضہ علاقے میں جانے نہیں دیتی اور مسلسل اقوام متحدہ کی قراردادوں کا تمسخر اڑاتی ہے، وہیں اقوام متحدہ کے طرز عمل سے بھی صاف ظاہر ہے کہ نہ صرف اس کو اس خطے کے حل سے کوئی سروکار نہیں ہے بلکہ یہ ادارہ تیسری دنیا کے مسائل سے مسلسل چشم پوشی کرتا ہے۔ ایک صرف کشمیر ہی نہیں بلکہ عراق، بوسنیا، چیچنیا اور کوسوو میں ہونے والے شرمناک مظالم پر بھی اقوام متحدہ نے مجرمانہ خاموشی اختیار کئے رکھی۔ مسلمان ممالک کے ساتھ اقوام متحدہ کا یہ سنگ دلانہ رویہ نہ صرف اسلام کے ساتھ اس کے بدترین تعصب کا مظہر ہے بلکہ عالم اسلام کے ساتھ اس کے امتیازی سلوک کا منہ بولتا ثبوت بھی ہے۔

امریکہ کی آلۂ کار اقوام متحدہ کی دو ہی کوششیں ہیں: ایک تو یہ کہ مسلمان کسی قسم کی بھی جدید ٹیکنالوجی حاصل نہ کر سکیں اور دوسرے جس قدر ممکن ہو مسلمان قرآن کے حکم اور رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات سے دور رہیں۔ البتہ یہود و نصاریٰ کا سا انداز اپنانے والے مسلمانوں پر اقوام متحدہ کی تجوریاں اور دروازے ہمہ وقت کھلے ہوئے ہیں۔ مغربی تہذیب کے فروغ اور اسلام دشمنی میں مسلمانوں کو مشغول کرنے کی سازشیں کتنے اعلیٰ پیمانے پر جاری ہیں اس کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ اقوام متحدہ کے ''باس'' امریکہ کے کئی محکموں کی طرف سے ایسی تنظیموں اور این جی اوز کو خاص فنڈز مہیا کئے جاتے ہیں جو اسلام دشمن کارروائیوں کی انجام دہی کے لئے امریکہ اور اقوام متحدہ کے اشارۂ ابرو کی منتظر رہتی ہیں۔ یہ تنظیمیں اور این جی اوز دنیا کے سامنے تو انسانی حقوق کے نعرے لگاتی ہیں لیکن درپردہ پچھلے چند برسوں سے قاہرہ کانفرنس جو اب مزید ترمیم کے ساتھ بیجنگ پلس فائیو کہلاتی ہے، اس کے پراپیگنڈے میں مصروف ہیں۔

> **آزادیٔ نسواں سے وابستہ تنظیمیں اور این جی اوز ہی اقوام متحدہ کی لاڈلی کیوں ہیں؟**

> **امریکہ کی آلہ کار اقوام متحدہ کی مساعی صرف مسلمانوں کو جدید ٹیکنالوجی اور قرآنی تعلیمات سے دور رکھنے میں صرف ہو رہی ہیں**

ہر سال امن کے استحکام اور عالمی امن کی خدمت کے اعتراف کے طور پہ اہم شخصیتوں کو انعامات اور اعزازات دیئے جاتے ہیں۔ اس سال بھی اقوام متحدہ کی

جانب سے میلینیم امن پرائز کی ایک شاندار تقریب اقوام متحدہ کے ہیڈ کوارٹر میں منعقد ہوئی جس میں ان خواتین کو یہ انعامات دیئے گئے جو بیجنگ پلس فائیو کا کارڈ ہاتھ میں اٹھائے پوری دنیا میں مسلمان خواتین کو ان کے گھروں کی محفوظ چار دیواری سے نکال کر بازاروں' ایوانوں اور دفتروں کی رونق بنا دینے پر تلی ہوئی ہیں۔ اس شاندار تقریب میں جن خواتین کو ان کے سیاہ کرتوتوں پر انعام و اکرام سے نوازا گیا' ان میں پاکستان کی عاصمہ جہانگیر اور حنا جیلانی بھی شامل ہیں۔ یہ دونوں بہنیں امن پرائز کے ساتھ ساتھ امن کی فاختہ اور امن کی پیام بر کے خطاب سے بھی نوازی گئیں۔ اس عزت افزائی کے پیچھے خاص طور پر اس کارنامے کا ہاتھ ہے جو ان دونوں نے ''امن بس'' کے ذریعے واہگہ بارڈر کے پار جا کر انجام دیا تھا اور بھارت میں اپنے مشرک ''بھائیوں'' کے اس گیت کے جواب میں کہ ''گھر آئی میری بہنا'' ان دونوں بہنوں پر وہ حال چڑھا کہ بے حال ہو کر انہوں نے دھمال ڈال دیا تھا۔ لہٰذا امن' دوستی اور بھائی چارے کے اس بے حیا مظاہرے کے نتیجے میں اقوام متحدہ کی یہ چہیتیاں امن ایوارڈ کی حق دار قرار پائیں۔ شرعی قوانین کے بارے میں ان دونوں خواتین کی ہرزہ سرائی یہ ہے کہ نئی صدی کے نئے تقاضوں کے پیش نظر اب ان قوانین کو بدل دینا چاہئے۔ اسلام اور اس کے احکامات کے ذکر پر ان خواتین کا خون ۱۲۰ ڈگری فارن ہائیٹ پر کھولنا شروع ہو جاتا ہے۔ دراصل امریکہ اور اقوام متحدہ دونوں کو اسلام کا فروغ منظور نہیں ہے لہٰذا ایسی تمام این جی اوز' اسلام مخالف بزنس گروپس اور بین الاقوامی تنظیمیں دراصل گلوبل ایکٹرز ہیں جو اقوام متحدہ کے سٹیج پر امریکہ کا ڈائرکٹ کیا ہوا ڈرامہ کھیل رہے ہیں۔ یہ گلوبل ایکٹرز عام پبلک کے سامنے تو بلند بانگ دعوے کرتے ہیں اور پردے کے پیچھے امریکن سکرپٹ رٹتے رہتے ہیں۔ دینی اور مذہبی تنظیموں کے خوف میں مبتلا اور مسلمان نوجوانوں کی احیائے اسلام تحریکوں سے لرزاں امریکہ اور اقوام متحدہ کی اس وقت یہ ضرورت اور وطیرہ بن گیا ہے کہ کلچر اور پراپیگنڈے کے محاذ پر سلمان رشدی' تسلیمہ نسرین' عاصمہ جہانگیر اور حنا جیلانی جیسے لوگوں کو نہ صرف سامنے لایا جائے بلکہ ان کو ہر طرح کی امداد بھی فراہم کی جائے۔ اس امداد کے لالچ میں یہ لوگ امریکہ اور اقوام متحدہ کے ہر حکم پر سر تسلیم خم کرنے کو ہمہ وقت تیار رہتے ہیں۔ عاصمہ جہانگیر اور حنا جیلانی نے بین الاقوامی سطح پر اس بات کو پوری طرح اچھالا ہے کہ پاکستان میں غیرت کے نام پر آئے دن خواتین قتل کی جاتی ہیں۔ ہیومن رائٹس کی نام نہاد علمبردار ان وکیل سسٹرز نے یہ کبھی نہیں بتایا کہ ان کی آرگنائزیشن نے قاتلوں کو سزا دلوانے کے لئے کیا خدمات سرانجام دی ہیں؟ پاکستان میں اس وقت بے بڑی این جی اوز امریکی مفادات کے یرغمال اقوام متحدہ کے حسب منشاء سرگرمیوں میں ملوث ہیں۔ ان این جی اوز کی نالائق اولادیں اقوام متحدہ سے چائلڈ ڈویلپمنٹ کے نام پر حاصل کئے گئے اس فنڈ سے جو پاکستانی معصوم بچوں کو چائلڈ لیبر سے نجات دلا کر تعلیمی اداروں کا راستہ دکھا سکتا ہے' امریکہ اور یورپ کے تعلیمی اداروں میں گل چھرے اڑا رہی ہیں۔ اور یوں اقوام متحدہ نیویارک میں ایک خوبصورت عمارت تک محدود ایک ایسا ادارہ بن کر رہ گیا ہے جس کے باہر ممبر ممالک کے پرچم لہراتے ہیں اور اندر ان ممالک کے اعلیٰ نمائندے اور این جی اوز اہم مسائل کو سرد خانوں کے حوالے کر کے گرم کافی اور ٹھنڈے مشروبات پیتے ہیں!

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

مشاہدات و تاثرات

اظہار احمد قریشی

ایک غیر معمولی باحیا انسان

ہمارے مرحوم سب سے بڑے ماموں فاروق احمد جان سنٹرل انڈیا میں ریلوے کے تار بابو تھے۔ ان کے متعلق ہماری والدہ نے عام گفتگو کے دوران کئی مرتبہ یہ کہا کہ ''میرے بڑے بھائی جان کی آنکھ میں حیا بہت ہے''۔ بات چونکہ روانی میں ہوتی تھی چنانچہ بھول جاتی تھی۔ ہمیں ماموں جان کے ہاں جانے اور وہاں ٹھہر کر ان کی عادات اور معمول کو دیکھنے کا موقع نہیں ملتا تھا۔ ہم حصار میں تھے جو دہلی سے ۱۰۰ میل مغرب میں تھا۔ اس طرح ہمارے اور ماموں جان کے درمیان ۱۰۰۰ میل کا طویل فاصلہ تھا۔

اس حالت میں بغیر تفصیلی ملاقات کے بڑے ماموں جی کا اور پھر والدہ صاحبہ کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد خدا نے یہ انتظام کیا کہ بڑے ماموں فاروق احمد جان صاحب کی ایک بیٹی بیاہ کر لاہور آن بسیں۔ ان کے ساتھ ایک نشست کے دوران ہماری والدہ صاحبہ مرحومہ کا بڑے ماموں جان مرحوم کی آنکھ میں بہت حیا کا تذکرہ آیا تو ہم نے اتنی بہترین صفت کے متعلق اپنی لاعلمی ظاہر کی تو وہ فرمانے لگیں کہ اس کی گواہ تو میں خود ہوں اور پھر مندرجہ ذیل قصہ سنایا:

''میں چھوٹی سی تھی کہ میری آنکھیں دکھنے آئیں۔ والد صاحب مجھے ڈاکٹر کے پاس لے جا رہے تھے۔ ڈاکٹر کے ہاں جانے کے دو راستے تھے۔ ایک چھوٹا اور دوسرا لمبا۔ ہم چھوٹے راستے سے چلے کہ اچانک والد صاحب نے میرا ہاتھ پکڑا اور دوسرے لمبے راستے سے لے چلے۔ میں نے والد صاحب سے بعد میں پوچھا کہ آپ نے مجھے لمبے راستے سے کیوں چلایا جبکہ میری طبیعت خراب تھی تو انہوں نے بتایا کہ چھوٹے راستے پر مجھے دور سے ایک شخص نظر آیا جس سے میں نے پیسے لینے تھے' میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ مجھے دیکھ کر شرمندہ ہو۔ مجھے اپنی پیاری بیٹی کی تکلیف گوارا تھی لیکن میں اس شخص سے آنکھیں چار نہیں کرنا چاہتا تھا خصوصاً اس لئے کہ وہ مالی تکلیف میں تھا جس کا مجھے علم تھا۔ اس طرح کی حیا قیامت کے دن بہت کام آئے گی۔ حیا اللہ تعالیٰ کی اپنی ذاتی صفات میں سے ایک اعلیٰ صفت ہے۔ چنانچہ یہ خدا کو بہت پسند ہے اور وہ اس پر خصوصی انعام و کرام سے نوازے گا''۔

ہم جس زمانے میں دنیا میں سربلند تھے اس وقت ہم سب تو نہیں لیکن کثیر تعداد ایسے حیادار انسان تھے اور پھر ایسے لوگوں کی صحبت میں رہ کر دوسرے لوگ بھی حیاء کی شیرینی سے واقف ہوتے تھے۔ خدا کرے کہ ہماری قوم میں ایسے لوگ اب بھی پیدا ہوں جو نیکی کے منارے بن جائیں۔ کاش ہمیں اپنے مرحوم ماموں کا سا آدمی پھر ملے۔ (آمین)

مذہبی حس کا فقدان

آج کے جدید انسان کا المیہ

﴿لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۚ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ۭ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ۭ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ﴾ (الاعراف : ۱۷۹)

''ان کے پاس دل ہیں مگر وہ ان سے سوچتے نہیں۔ ان کے پاس آنکھیں ہیں مگر وہ ان سے دیکھتے نہیں۔ ان کے پاس کان ہیں مگر وہ ان سے سنتے نہیں۔ وہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گئے گزرے۔ یہی لوگ غفلت میں ہیں''۔

اس دنیا کا انجام کیا ہے؟ کیا اس کے بعد کوئی اور زندگی بھی ہے؟ اور اس زندگی کے لئے کیا ہدایت ہے؟ اور وہ کہاں سے معلوم ہو سکتی ہے؟ اور اس زندگی کو پُر راحت بنانے کے لئے کیا اصول اور تعلیمات ہیں؟ اور ان کا ماخذ کیا ہے؟ انسان کی روح کو ابدی راحت اور اس کے قلب کو دائمی سکون پہنچانے کا راستہ کیا ہے؟

یہ وہ سوالات ہیں جنہوں نے مشرق کے انسان کو سینکڑوں برس تک بے چین رکھا اور انتہائی مادی استغراق اور خود فراموشی کے عالم میں بھی یہ اس کے قلب کی گہرائیوں سے بار بار اٹھتے رہے۔ کسی دور میں بھی اس نے ان سوالات کو ٹالا نہیں بلکہ اپنی زندگی میں ان کو جگہ دی۔ جہاں تک مغرب میں بسنے والے انسان کا تعلق ہے تو یورپ میں قوت داخلاق اور علم و دین کا عدم توازن اس قدر زیادہ ہو گیا ہے کہ وہاں کی ایک یونیورسٹی میں فلسفہ اور علم النفس کے مدرس پروفیسر جوڈ کے بقول:

''مذہبی سوالات پہلے پیدا ہوتے تھے۔ ممکن ہے ان کا تشفی بخش جواب نہ ملتا ہو۔ لیکن اس زمانے کی ایک نمایاں خصوصیات یہ ہے کہ اب یہ سوالات سرے سے پیدا ہی نہیں ہوتے''۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ مغربی قومیں مدت سے یہ عقیدہ رکھتی ہیں کہ لذت و راحت' مادی سربلندی اور غلبہ کے علاوہ زندگی کا کوئی اور قابل حصول مقصد ہے ہی نہیں۔

ڈاکٹر الکسس کیرول (Alexis Carrel) اپنی کتاب (Man:The Unknown) میں لکھتا ہے:

''ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تہذیب جدید ایسے انسان پیدا ہی نہیں کر سکتی جن میں ذکاوت و جرأت اور اخلاقی قابلیت ہو۔ ہم محسوس کر رہے ہیں کہ یہ تہذیب ان بڑی بڑی امیدوں کو پورا نہیں کر سکی جو انسانیت نے اس سے وابستہ کی تھیں۔ وہ ان لوگوں کو پیدا کرنے میں ناکام رہی ہے جو ذہانت اور جرأت کے مالک ہوں اور تہذیب کو اس دشوار گزار راستے سے سلامتی کے ساتھ گزار سکے جس پر وہ آج ٹھوکریں کھا رہی ہے''۔

پروفیسر جوڈ لکھتا ہے کہ:

''ایک دفعہ میں اپنے تمدن کے عجائبات اور علم و صنعت کی ترقی کا حال ایک مشرقی فلسفی کو سنا رہا تھا تو اس نے کہا کہ ہاں یہ صحیح ہے۔ تم ہوا میں چڑیوں کی طرح اڑتے ہو اور پانی میں مچھلی کی طرح تیرتے ہو لیکن ابھی تک تمہیں زمین پر انسانوں کی طرح چلنا نہیں آیا''۔

ناہید بنت الیقین

مذہبی حس کا فقدان

انسان کے اندر حواس ظاہری (دیکھنے' سننے' چکھنے' سونگھنے اور چھونے) کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے کچھ اور حواس بھی رکھے ہیں جن میں سے ایک مذہبی حس بھی ہے' یعنی ایک سلیم الفطرت شخص اچھے برے کی تمیز کے معاملے میں ہر وقت بے چین رہے۔

قدیم مشرق اور جدید مغرب میں ایک عظیم فرق ہے اور وہ یہ کہ مشرقی قوم مذہبی حس رکھتی ہے جبکہ مغربی تہذیب اپنے ارتقا کے ساتھ یہ حس کھو چکی ہے۔ اس تیز رفتار دوڑ میں ان قوموں کی عزت و عظمت کا معیار صرف اور صرف یہ ہے کہ زمین کے بڑے بڑے رقبہ پر ان کا اقتدار ہو' ملک کے ذرائع آمدنی وافر ہوں' اپنی مرضی کو دوسروں پر مسلط کرنے اور ہمسایہ قوموں یا حریف طاقتوں کو خوف زدہ کرنے کا پورا سامان موجود ہو جبکہ ہر مسئلے میں ان کا نقطہ نظر معاشی اور اقتصادی ہوتا ہے۔ اس طرز عمل کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ملک کے باشندوں کے اخلاق روز بروز پست ہوتے چلے جائیں اور پوری قوم اخلاقی امراض' تاجرانہ ذہنیت اور موقع پرستی کا شکار ہو جائے۔

جب یہ صورتِ حال پیدا ہو جائے تو پھر وہ ایک چھوٹا سا دیا جو اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے اندر جلایا ہے کہ ﴿فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا ۝﴾ یعنی ''پس الہام کی اس نے نیکی اور بدی اس جان میں'' وہ بجھ کے رہ جاتا ہے۔ اب ذرا ان حواس کے بارے میں سوچیں جو اللہ تعالیٰ نے ہم کو عطا کی ہیں۔ سب سے پہلے قوتِ سماعت کو لے لیں۔ اگر کوئی شخص اس قوت سے محروم ہے تو آپ لاکھ اس کے سامنے فہم و فراست کے دریا بہا دیں اور اندازِ بیان بڑھا بڑھا کر پیش کریں' یہ سب بیکار ہے کیونکہ اس کے لئے تو پوری دنیا ایک شہر خموشاں سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔ اسی طرح جو شخص حِس بصر سے محروم ہے' اس کے سامنے رنگ و روشنی کے سیلاب اُمڈ آئیں لیکن اس کو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ جس شخص کی زبان میں ذائقے کے غدود کام کرنا چھوڑ دیں' آپ اس کو انواع و اقسام کے کھانے کھلا دیں لیکن اس کو نمک اور چینی کا فرق معلوم نہ ہو سکے گا۔

بالکل اسی طرح جو انسان مذہبی حس سے محروم ہو جاتا ہے اسے آخرت' عذاب' ثواب' جنت و دوزخ' خدا کی رضا مندی و ناراضگی' تقویٰ' اطاعت' نجات و ہلاکت اور جس کا تعلق اس کے احساسات کے سوا کسی اور چیز سے ہو' کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ ان لوگوں پر انقلاب آفرین دعوت اور مواعظ بے کار ہیں۔ ان کے دل کی انگیٹھیاں سرد ہو چکی ہوتی ہیں۔ دلوں کی زمین کے اس بنجر حصہ کو کوئی بارش سیراب نہیں کر سکتی۔ جہاں سرے سے پانی کی طلب ہی نہ ہو وہاں پانی کا اہتمام اور خضر کی راہ رہنمائی سب بے کار ہے۔ ﴿اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ﴾ اور حقیقت یہی ہے کہ ایمانیات میں سب سے زیادہ پر اثر ایمان بالآخرہ ہے جو انسان کو بدلنے پر مجبور کرتا ہے۔ اس کے تمام اعمال کا دارومدار اس بات پر ہے کہ وہ آخرت پر کتنا ایمان رکھنے والا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مشرکین مکہ ہوں یا کسی بھی دور کا انسان' جب وہ یہ کہنے لگے کہ ﴿ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً﴾ ''کیا جب ہم گلی سڑی ہڈیاں ہو جائیں گے تو تب ہمیں اٹھایا جائے گا؟'' اس وقت وہ اپنے اعمال کے بارے میں خود مختار ہو جاتا ہے کیونکہ اس کے ذہن سے یہ بات محو ہو جاتی ہے کہ ایک دن اس نے اپنے مالک کو ایک ایک لمحے اور ذرے ذرے کا حساب دینا ہے' اپنے منہ سے نکلنے والے ہر لفظ اور خرچ کرنے والے ہر سکہ کا بھی!

ایسا ممکن ہی نہیں کہ ایک شخص روزِ حساب پر یقین بھی رکھتا ہو اور اس کے ساتھ ساتھ دھوکہ دینے والا' جھوٹ بولنے والا' خیانت کرنے والا' لوگوں کا حق مارنے والا اور بدزبانی کرنے والا ہو۔ ایمانداری اور بے ایمانی ساتھ ساتھ بھلا کیسے چل سکتے ہیں!

ایمان کی مثال تو نبی کریم ﷺ نے گٹھلی سے دی

(باقی صفحہ ۶ پر)

امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ العالی کا ماہانہ دورۂ کراچی

ماہ رواں کے دورۂ کراچی میں امیر محترم کا پہلا پروگرام رفقاء کے ساتھ ایک خصوصی نشست تھی جو ۴/ اگست کو بعد نماز مغرب قرآن اکیڈمی میں منعقد ہوئی۔ اس نشست کی خاص بات تنظیم اسلامی کراچی (جنوبی) کے رفیق جناب شجاع الدین شیخ کی گفتگو تھی۔ انہوں نے اپنے عملی تجربے کی بنیاد پر کہا کہ المیزان بینک' جن کا اشتہار ندائے خلافت کے شمارہ ۲۷ میں شائع ہوا ہے' کی سکیم کو ربا فری نہیں کہا جا سکتا۔ امیر محترم نے انہیں ہدایت کی کہ وہ اس ضمن میں تمام تفصیلات تحریری طور پر لکھ کر مرکز بھیج دیں۔ قرآن کامرس کالج کراچی کو جن وجوہات کی بنا پر بند کرنا پڑا' امیر محترم نے انہیں واضح فرمایا اور پرائمری سطح پر تعلیم کی تجویز کی دشواریوں کا ذکر کرتے ہوئے اسے ناقابل عمل قرار دیا۔ تنظیم کی سست روی یا جمود کی وجوہات پر مرکزی مجلس مشاورت میں جو گفتگو ہوئی تھی' اس کا تذکرہ کرتے ہوئے امیر محترم نے فرمایا کہ عمومی طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ تحریکیں اگر ربع صدی کا عرصہ گزارنے کے بعد بھی اپنا ہدف حاصل کرنے میں ناکام رہیں تو ان پر ایک جمود طاری ہو جاتا ہے۔ لیکن جو دینی جماعتیں مستقل مزاجی کے ساتھ مسنون طریقے پر عمل پیرا رہتی ہیں' ان کا معاملہ یہ نہیں ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ایک انسانی حیات میں صرف ایک بار نبی اکرم ﷺ کے ہاتھوں انقلاب برپا ہوا ہے لیکن اب یہ کام طبقاً عن طبق یعنی کئی نسلوں میں ہوگا۔ تاہم ہمیں اس سے نچنت نہیں ہونا چاہئے کہ ہم کسی سست روی یا جمود سے ہر دم مبرا ہیں۔ لہٰذا ہمارے آئندہ سالانہ اجتماع کا موضوع بھی یہی ہوگا۔

اگلی صبح قرآن اکیڈمی میں ماہانہ دعوتی پروگرام کے دوران امیر محترم نے سورۃ القلم پر درس دیتے ہوئے کہا کہ اس سورہ سے ہمیں ان اعصاب شکن مراحل کا اندازہ ہوتا ہے جن سے ایک داعی دین کو گزرنا پڑتا ہے' یعنی اس کی کردار کشی' اس کے ساتھیوں پر اذیت اور دعوت بار آور نہ ہونے کی صورت میں اس کے صبر کا امتحان وغیرہ۔ بعد نماز عصر امیر محترم نے خواتین سے خطاب فرمایا۔ ۶/ اگست کو بعد نماز عصر حلقہ کے دفتر کے ہال میں حلقۂ خواتین کی ذمہ داریوں پر گفتگو فرمائی۔ اس دورے میں انہوں نے جناب پروفیسر حسنین کاظمی سمیت دیگر ممتاز شخصیات سے ملاقاتیں بھی فرمائیں۔ (رپورٹ: محمد سمیع)

حلقہ سندھ (زیریں) کی رابطہ مہم

حلقہ سندھ (زیریں) کے امیر جناب محمد نسیم الدین کی قیادت میں گیارہ رکنی قافلہ ۲۹ جون کو اندرون سندھ کے لئے روانہ ہوا۔ روانگی سے قبل امیر حلقہ نے اس سفر کے لئے جناب حنیف خان کو نائب امیر' جناب محمد فہیم کو خازن اور راقم الحروف کو معتمد نامزد کیا۔ شام ۶:۴۰ پر حیدرآباد پہنچے۔ امیر حلقہ نے شہر حیدرآباد کے احباب کو مدعو کیا ہوا تھا۔ بعد نماز مغرب پروگرام کا آغاز ہوا۔ جناب نوید احمد نے تقریباً ۸۰ شرکاء کے سامنے ''دینی فرائض کا جامع تصور'' بڑے موثر انداز میں رکھا اور ان فرائض کی ادائیگی کے لئے جماعت کو اہمیت کو واضح کیا۔ جناب نسیم الدین نے اسرہ حیدرآباد کے تین رفقاء کو دعوت دیں کہ وہ اپنی دینی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لئے تنظیم اسلامی کے انتخاب کی وجہ بیان کریں۔ نماز عشاء کے بعد تقریباً ۱۱:۳۰ بجے تک امیر قافلہ کے ساتھ سوال و جواب کی نشست رہی۔ اختتام پر پانچ احباب نے بیعت فارم پُر کئے جبکہ چھ افراد نے بذریعہ ڈاک بھیجنے کا وعدہ کیا۔

اگلی صبح تقریباً ۹:۱۵ بجے شہداد پور کی جانب روانہ ہوئے اور تقریباً بارہ بجے وہاں پہنچے۔ یہاں کے گنجان بازاروں میں سود کے متعلق دوورقہ اور تنظیم کے تعارف کے ہینڈ بلز تقسیم کئے گئے۔ راقم نے کارنر میٹنگ سے خطاب کیا اور امیر حلقہ نے انفرادی ملاقاتیں کیں۔ اس کے بعد شام چار بجے میر پور خاص پہنچے۔ راستہ میں جھول' سانگھڑ' پیرول اور سندھڑی کے مرکزی بازاروں میں بھی ہینڈ بلز تقسیم کئے گئے۔ میر پور خاص میں اپنا کام مکمل کر کے ہم ڈگری کی جانب روانہ ہوئے۔ راستہ میں ''میرواگو چانی'' کے مقام پر رک کر دوکانداروں سے ملاقاتیں کیں اور ہینڈ بلز تقسیم کئے۔ شام تقریباً سوا سات بجے ڈگری پہنچے۔ اگلے دن صبح آٹھ بجے ڈگری شہر کے بازار کے چوراہے پر ہم نے اپنی گاڑی کھڑی کی اور مختلف ٹولیوں میں بٹ کر تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ میں اپنا کام مکمل کیا۔ تقریباً ساڑھے نو بجے جھڈو کی جانب روانہ ہو گئے۔ راستہ میں ٹنڈو جان محمد میں اپنا کام کرتے ہوئے تقریباً ساڑھے دس بجے جھڈو شہر کے بازار میں پہنچے۔ رفقاء مختلف ٹولیوں میں یو بی ایل کے بائیکاٹ اور تنظیم کے تعارف کا دوورقہ لے کر بازار میں پھیل گئے جبکہ امیر کارواں نے دوکانداروں کے سامنے تنظیم کی دعوت رکھی اور سود کے متعلق گفتگو کی اور ساتھ ہی ان کے سوالات کے جوابات دیئے۔ ہمارا اگلا ہدف ''ٹنڈو باگو'' تھا جہاں بازاروں میں ہینڈ بلز تقسیم کئے گئے۔ یہاں سے ہم بدین پہنچے۔ اس کے دو بڑے بازاروں میں ہم نے ایک گھنٹے تک اپنی دعوت پہنچائی اور سود کی خباثت کے بارے میں شعور پیدا کرنے کی کوشش کی۔ دوکانداروں سے گفتگو کی گئی اور انہیں تنظیم سے رابطہ میں رہنے کے لئے رضامند کیا گیا۔ ہماری اگلی منزل سجاول تھی' جہاں ہم تقریباً تین بجے پہنچے اور مختلف گروپس میں تقسیم ہو کر اپنی ذمہ داری نبھائی۔ پھر ہم ٹھٹھہ کی جانب روانہ ہوئے۔ اس کے عقب میں دو طویل گلیوں پر مشتمل بازار میں ہم نے سود سے متعلق دوورقہ اور تنظیم کا تعارفی لٹریچر تقسیم کیا۔ یہاں سے فارغ ہو کر ہم گھارو کی جانب روانہ ہوئے۔ رفقاء نے اپنا کام شروع کر دیا جبکہ جناب محمد نسیم الدین نے انفرادی ملاقاتیں کیں جن میں جماعت اسلامی گھارو کے امیر بھی شامل تھے۔ یہ قافلہ کل ڈھائی دن مستقل سفر کرتا ہوا اتوار کی شام پورٹ قاسم کے قریب نماز مغرب ادا کرنے کے بعد رات ساڑھے آٹھ بجے کراچی پہنچا۔

ہم نے اس سفر کے دوران تقریباً ۸۰۰ کلومیٹر کا فاصلہ طے کیا اور چودہ مقامات پر عوام میں سود اور اس کی خباثت کے بارے میں بیداری پیدا کرنے کی کوشش کی اور تنظیم اسلامی کو متعارف کرایا۔ سفر میں تمام رفقاء نے بڑی ہمت' حوصلے اور جذبہ کے ساتھ اپنی اپنی ذمہ داری ادا کی۔ (مرتب: محمد فیصل منصوری)

تنظیم اسلامی کوئٹہ (کینٹ) کے زیر اہتمام شب بسری پروگرام

پروگرام کے لئے رفقاء ۲۸ جولائی کو نماز عصر کے بعد طیب مسجد میں اکٹھا ہونا شروع ہو گئے۔ پروگرام کے ناظم اسرہ کینٹ کے نقیب جناب محمد اسحاق تھے۔ انہوں نے سب سے پہلے رفقاء کو ہدایات دیں اور مختلف گروپس میں تقسیم کر کے گشت کرنے کو کہا۔ بعد نماز مغرب جناب قاری شاہد اسلام بٹ نے سورہ التغابن کی روشنی میں حقیقی ایمان کے ثمرات کو سامعین پر بڑے پُر اثر انداز میں واضح کیا۔ یہ درس قریباً ۴۵ منٹ جاری رہا اور اس میں ۲۰ سے ۲۵ افراد نے شرکت کی۔

درس کے بعد رفقاء و احباب کو پروگرام کا شیڈول بتایا گیا اور باہمی تعارف ہوا۔ عشاء کی نماز کے بعد سب رفقاء کھانا کھا کر سو گئے۔ پھر انہیں ۳:۳۰ پر تہجد کے لئے جگایا گیا۔ فجر کی نماز اور ناشتہ سے فارغ ہو کر ۸ بجے جناب محمد اسحاق نے نہی عن المنکر کی خصوصی اہمیت پر درس حدیث دیا۔ ۸:۳۰ سے ۹:۳۰ تک راقم الحروف نے رفقاء کو دعائیں یاد کروائیں۔ ۱۰ بجے جناح روڈ پر واقع مسجد میں تمام رفقاء درس قرآن کے لئے تشریف لے گئے۔ راقم الحروف نے سورۃ الفرقان کی روشنی میں بندۂ مومن کی صفات بیان کیں۔ بعد ازاں ہم طیب مسجد واپس آئے' جہاں سبحانی صاحب نے ۲۱ مختلف دینی جماعتوں کے اہداف اور طریقہ کار رفقاء کے سامنے رکھے۔ یہ پروگرام انتہائی دلچسپ اور تعلیمی تھا جس کا دورانیہ ۴۵ منٹ تھا۔ ۱۲ بجے رفقاء کی تربیتی تقاریر ہوئیں۔ اس کے بعد جناب صدیق درانی نے مبتدی تربیت گاہ

کراچی کے تاثرات بیان کئے۔ آخر میں امیر حلقہ جناب راشد گنگوہی نے دعائیہ کلمات کہے اور یوں یہ پروگرام نماز ظہر سے قبل ہی اختتام کو پہنچا۔ اس پروگرام میں کل وقتی شرکت کرنے والے رفقاء کی تعداد ۸ تھی جبکہ اتنی ہی تعداد جز وقتی شرکت کرنے والوں کی تھی۔ (رپورٹ: عبدالسلام عمر)

تنظیم اسلامی گوجرانوالہ کا سہ روزہ تربیتی ودعوتی پروگرام

یہ سہ روزہ پروگرام ۱۳ سے ۱۵ جولائی تک گجرات میں منعقد ہوا۔ اس میں ۲۶ رفقاء نے کل وقتی اور ۲۲ رفقاء نے جز وقتی شرکت کی۔ مذاکرے کے پروگرام کامیاب رہے' جن میں رفقاء کو اپنے خیالات کے اظہار کا بھرپور موقع ملا۔

رفقاء گجرات نے انتظامی معاملات کو خوش اسلوبی سے نبھایا جس کے تحت قیام و طعام کے علاوہ چار جید علماء سے خصوصی ملاقات' آٹھ مساجد میں دروس' چھ وکلا سے خصوصی ملاقات اور لگ بھگ دو سو عمومی دعوتی ملاقاتوں کا بندوبست کیا گیا۔ علاوہ ازیں دو ہزار سے زائد ہینڈ بلز تقسیم کئے گئے۔

۱۵ جولائی کو گجرات شہر میں سود اور فحاشی وعریانی کے خلاف بھرپور مظاہرے کا پروگرام تھا لیکن بارش کے باعث سڑکوں پر پانی اور کیچڑ کی وجہ سے اسے مختصر کرنا پڑا۔ تاہم فوارہ چوک سے جی ٹی ایس کے پرانے اڈے تک ''ریلی'' کا اہتمام ہو سکا۔ چار رفقاء سیالکوٹ سے جبکہ تین رفقا اور دو احباب اظہار لمیٹڈ کھالہ چناب سے ریلی میں شامل ہونے کے لئے پہنچ گئے۔ رفقاء نے ٹی بورڈ اور بینرز اٹھائے ہوئے تھے۔ تقریباً ایک گھنٹہ تک یہ خاموش مظاہرہ ہوا۔ اختتام سے قبل جی ٹی ایس اڈے کے سامنے تنظیم اسلامی گجرات کے امیر جناب احمد علی بٹ نے مختصر خطاب کیا اور رفقاء کا شکریہ ادا کرنے کے بعد دعا فرمائی۔ پروگرام کے مطابق تمام رفقاء ۱۲ بجے دوپہر ولولہ تازہ کے ساتھ اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔ میزبانِ خصوصی جناب امان اللہ کا تذکرہ نہ کرنا ناانصافی ہو گی جنہوں نے اپنے اہل وعیال کو ایک کمرے میں محصور رکھ کر اپنی بقیہ کوٹھی تربیتی پروگرام کے لئے پیش کر دی اور خدمت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ (مرتب: خادم حسین)

تنظیم اسلامی راولپنڈی کینٹ کی رابطہ مہم

رابطہ مہم کے سلسلہ میں مورخہ ۱۵ جولائی کو کمال آباد کے علاقے کا چناؤ کیا گیا۔ اس مقصد کے لئے عصر تا عشاء کا وقت مقرر کیا گیا۔ جن احباب سے ملاقات کرنا مقصود تھی' تقریباً ان سب سے پہلے ہی وقت لے لیا گیا تھا۔

اس مہم میں راقم سمیت ۸ رفقاء نے حصہ لیا اور ۱۲ احباب سے ملاقات کی گئی۔ کوشش یہی کی گئی کہ احباب سے اصل موضوع پر ہی بات ہو اور اس ضمن میں ان کے سوالات اور اشکالات کی وضاحت کی جائے۔ اس رابطہ مہم کے دوران حسبِ ذیل سوالات اور اشکالات سامنے آئے جن کی وضاحت کی گئی: (۱) منہج انقلاب نبویؐ کے تحت چھٹے مرحلے میں قوت کے مقابلے میں قوت کا استعمال کیوں نہیں کیا جائے گا؟ (۲) تنظیم اسلامی کی چلت پھرت واضح طور پر نظر کیوں نہیں آتی؟ (۳) تنظیم اسلامی کی تحریک بہت سست کیوں جا رہی ہے؟ (۴) تنظیم اسلامی اجتماعات و دروس مساجد میں منعقد کیوں نہیں کرتی؟ (۵) جہاد کشمیر پر تنظیم اسلامی کا موقف دوسری جماعتوں سے متضاد کیوں ہے؟ (۶) تنظیم اسلامی صرف درس قرآن ہی کا اہتمام کیوں کرتی ہے؟ عمل کی دنیا میں کچھ نظر نہیں آ رہا۔ وغیرہ وغیرہ۔ رفقاء نے ان سوالات کے مدلل جوابات دیئے اور ساتھ ہی ''فرائض دینی کا جامع تصور'' بھی واضح کیا۔ علاوہ ازیں ان احباب کو مزید غور و فکر کی دعوت و ترغیب بھی دی گئی۔ ان شاء اللہ ان احباب سے اگلے ماہ دوبارہ خصوصی ملاقات کی جائے گی۔ رفقاء نے محسوس کیا ہے کہ احباب سے اس طرح بات چیت کرنا خود ان کے لئے بھی بہت مفید ثابت ہوا ہے۔ (رپورٹ: اشتیاق حسین)

اسرہ جات دیر' گنوڑی اور بی بیوڑ (شرقی وغربی) کے زیر اہتمام سہ روزہ دعوتی پروگرام

یہ پروگرام کوہستان میں ۲۲ تا ۲۴ جون منعقد ہوا۔ اس میں مقامی رفقاء کے علاوہ ملاکنڈ ڈویژن کے ناظم دعوت جناب غلام اللہ خاں کو خصوصی دعوت پر بلایا گیا۔ انہوں نے دیر کی مسجد بلال میں خطابِ جمعہ دیتے ہوئے یہودیوں کی عالمی سازش کو بڑی وضاحت سے بیان کیا۔ قریباً ۴۰۰ افراد نے ۴۵ منٹ تک بڑی دل جمعی سے یہ خطاب سنا۔

دیر سے رفقاء کا ایک چھوٹا سا قافلہ سہ پہر چار بجے روانہ ہوا۔ راستے میں میٹھا چشمہ کے مقام سے مزید دس رفقاء اس میں شامل ہو گئے۔ پہلے سے طے شدہ حکمتِ عملی کے تحت راستے میں آنے والے ہر گاؤں میں دعوتی خطاب کئے گئے جبکہ سود کے خلاف ہینڈ بل اور تنظیم کے پمفلٹ بھی تقسیم کئے گئے۔ ساونی بالہ کی جامع مسجد میں مولانا غلام اللہ خاں نے ملک کو درپیش موجودہ مشکلات پر مفصل خطاب فرمایا۔ بعد میں سوال و جواب کی مختصر نشست ہوئی جو بڑی دلچسپ رہی۔ ہمارا اگلا ہدف کوہستان کا تحصیل ہیڈ کوارٹر شرینگل تھا۔ یہاں ہم بعد از نماز مغرب پہنچ گئے۔ نماز عشاء کے بعد مولانا صاحب نے بین الاقوامی حالات پر مفصل خطاب فرمایا۔ ان نشستوں میں مجموعی طور پر تقریباً دو سو افراد نے شرکت کی۔

پروگرام کے دوسرے دن کا آغاز نماز فجر کے بعد درس قرآن سے ہوا۔ اس میں قریباً بیس افراد شریک رہے۔ ناشتہ سے فراغت کے بعد دو جماعتوں کی شکل میں بازار میں گشت کیا گیا۔ سود کے خلاف ہینڈ بل تقسیم کئے گئے اور لوگوں کو دعوت دی گئی کہ ۷:۳۰ سے ۸:۳۰ تک مسجد میں ایک خصوصی نشست ہو گی۔ اس نشست میں بھی پندرہ افراد نے بڑی دلچسپی سے پوری بات سنی اور سوال و جواب کا سلسلہ بھی ہوا۔ پھر یہ قافلہ اس علاقے کے آخری گاؤں لاموتی جو کہ دیر سے ۹۶ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے' روانہ ہوا۔ مولانا صاحب نے تھل نامی گاؤں کی ایک بہت بڑی مسجد میں نماز ظہر کے بعد خطاب فرمایا۔ سہ پہر چار بجے واپسی کا سفر شروع ہوا۔ ڈیڑھ گھنٹے کی مسافت کے بعد ایک بہت بڑے گاؤں کلکوٹ پہنچے۔ یہاں کے بازار میں گشت کیا گیا اور لوگوں میں پمفلٹ تقسیم کئے گئے۔ ایک بڑی جامع مسجد میں نماز عصر کے بعد مولانا غلام اللہ خاں نے مفصل خطاب فرمایا۔ مسجد میں بھی لوگوں کو تنظیم کا لٹریچر اور سود پر پمفلٹ تقسیم کیا گیا۔ مغرب کے وقت پاترک گاؤں پہنچے۔ یہاں پر دو بڑی مسجدوں میں خطابات کے لئے دو جماعتیں تشکیل دی گئیں۔ ان نشستوں میں مجموعی طور پر دو سو افراد نے شرکت کی۔ یہاں سے دیر کو واپس روانہ ہوئے۔

اس پورے دورے کے دوران یہ محسوس کیا گیا کہ اس علاقے میں دین کا جذبہ بہت زیادہ پایا جاتا ہے جبکہ یہاں کے لوگ باصلاحیت بھی ہیں۔ اگر ان علاقوں تک صحیح طور پر دین کی دعوت پہنچائی جائے تو یہ غلبہ واقامت دین کے لئے بہت مددگار ثابت ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اس چلت پھرت پر مزید استقامت دے اور اسے ہمارے لئے توشۂ آخرت بنا دے۔ آمین! (رپورٹ: سعید اللہ خاں)

انتقال پرملال

زیارت کا کا صاحب کے ایک مبتدی رفیق جناب فتح اللہ جان کی والدہ ماجدہ طویل علالت کے بعد انتقال فرما گئیں۔ تمام رفقاء واحباب سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔ اللھم اغفرلها و ارحمها و ادخلها فی رحمتک و حاسبها حسابا یسیرا

دعائے صحت کی اپیل

تنظیم اسلامی تیمر گرہ کے ملتزم رفیق جناب محمد شریف سڑک کے ایک حادثے میں شدید زخمی ہو گئے ہیں۔ تمام رفقاء واحباب سے دعائے صحت کی اپیل ہے۔

ضرورت رشتہ

بیٹی' ایم اے (ایجوکیشن)' عمر ۲۷ سال' خلع یافتہ' نماز روزہ کی پابند' دو سال کا لڑکا ہے' نیک شریف خاندان سے رشتہ درکار ہے۔ رابطہ: سردار اعوان' ۳۶۔ کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور

متوسط زمیندار گھرانے کی بچی کے لیے جس نے بی۔ اے' بی ایڈ کرنے کے بعد قرآن مجید حفظ کیا اور اسلامی تعلیم بھی حاصل کی' زمیندار گھرانے کا رشتہ مطلوب ہے۔

رابطہ: چوہدری کرامت علی فون: 041-752227

رفقاء واحباب نوٹ فرمالیں

2 تا 7 ستمبر 2001ء کا دعوتی پروگرام اب اوکاڑہ کے بجائے ساہیوال ہڑپہ میں ہوگا۔

المعلن: ناظم دعوت وتربیت' تنظیم اسلامی پاکستان

and parents, then very soon they find themselves subjected to some new and merciless authority. **Genuinely ordered freedom is the only sort of freedom made possible by order within the soul and order within the state. Anarchic freedom, liberty defiant of authority and prescription, is merely the subhuman state of the wolf and the shark, or the punishment of Cain, with his hand against every man's, and every man's against his.**

One may as well laugh as cry over the intellectual and moral bankruptcy of the secularist in Pakistan, who are denying the very existence of sound and just authority, scoffing at the wisdom of our ancestors and tying to cut us loose from the moorings that we have. The imposition of the secular governments upon the entire world would not make all the world technologically advanced, materially self-sufficient and spiritually contended; on the contrary the rest would inherit the problems and afflictions related to secularism. States, like men, must find their own paths to order and justice and freedom; and those paths ordinarily are ancient and twisting routes, upon which the signposts are Religion, tradition and authority. The harsh truth is that with secular utopians having made a mess of the new century may be religions have something to offer as well. As the unknown sage who edited the biblical book of Proverbs in the sixth century before Christ warns, "Where there is no vision, the people perish."

I am a regular reader of Dr. Sahib since I first listened to his lectures in 1978-79 at Sunehri Masjid, Peshawar. Since then I am in love with his interpretation of the Qur'an and his thoughts. Although I stayed outside the country for a long time, but when I heard Dr. Sahib at PC Peshawar last year, I came to the answers of some basic questions that kept me confused for long time. This *Tamheed* is to tell you that by heart I was with Dr. Sahib since my childhood. When I was 14-15, but now I have formally joined Tanzeem-e-Islami. I have got the forms, etc. from Major Sahib and would submit the signed ones tomorrow (insha-Allah).
Regards
Abid Ullah Jan.

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام قرآن اکیڈمی کے

ایک سالہ رجوع الی القرآن کورس

میں داخلے کے لئے طالبانِ علم سے درخواستیں مطلوب ہیں:

سیشن 2001-02ء کے داخلے کا شیڈول ان شاء اللہ حسبِ ذیل ہوگا:

- داخلہ فارم جمع کرانے کی آخری تاریخ 26 اگست 2001ء ہے۔
- داخلہ کے لئے انٹرویو 31 اگست 2001ء کو قرآن اکیڈمی میں لاہور میں ہوں گے۔ (شرکاء کی سہولت کے پیش نظر داخلہ فارم بروقت جمع نہ کرانے والوں کو براہِ راست انٹرویو میں شریک کیا جا سکے گا)
- کورس کا باقاعدہ آغاز یکم ستمبر 2001ء سے ہو جائے گا۔ پہلے روز تعارفی نوعیت کی کلاس ہوگی' باقاعدہ تدریس کا آغاز ان شاء اللہ سوموار 3 ستمبر 2001ء سے ہوگا۔
- واضح رہے کہ یہ کورس بنیادی طور پر گریجوایٹس اور پوسٹ گریجوایٹس کے لئے ترتیب دیا گیا ہے۔ تاہم بعض استثنائی صورتوں میں ایف اے کی بنیاد پر بھی اس کورس میں داخلہ لیا جا سکتا ہے۔

رابطہ: ناظم ایک سالہ کورس' 36۔ ماڈل ٹاؤن' لاہور (فون: 5869501-03)

KHALID TRADERS

NATIONAL DISTRIBUTORS NTN BEARINGS

IMPORTERS - INDENTORS - STOCKISTS & SUPPLIERS OF WIDE VARIETY OF BEARINGS, FROM SUPER - SMALL TO SUPER - LARGE

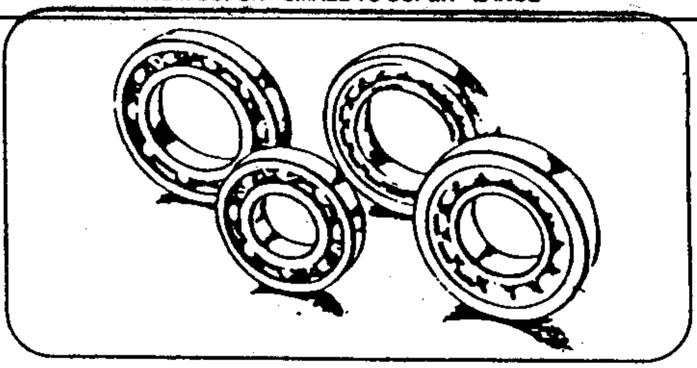

PLEASE CONTACT

Opp. K.M.C. Workshop, Nishtar Road, Karachi-74200, Pakistan.
G.P.O. Box #. 1178 ***Phones*** : 7732952 - 7730595 ***Fax*** : 7734776 - 7735883
E-mail : ktntn@poboxes.com

FOR AUTOMOTIVE BEARINGS : ***SIND BEARING AGENCY,*** 64 A-65 Manzoor Square Noman St. Plaza Quarters Karachi-74400(Pakistan) Tel : 7723358-7721172

LAHORE : 5 - Shahsawar Market, Rehaman Gali No. 4, 53-Nishtar Road, Lahore-54000, Pakistan. Phones: 7639618,7639718,7639818, Fax: (42) : 763-9918

GUJRANWALA: 1-Haider Shopping Centre, Circular Road, Gujranwala Tel : 41790-210607

WE MOVE FAST TO KEEP YOU MOVING

our constitution has deprived our people of sovereignty must find out the situation of the people they think are really sovereign. From the US Justice Department officials seizing people's homes based on mere rumors to the IRS and its master plan to prohibit the nation's self-employed from working for themselves to the perpetrators of the Waco siege, government officials are tearing the much vaunted Bill of Rights to pieces.

Today's American citizen is now more likely than ever to violate some unknown law or regulation and be placed at the mercy of an administrator of politician hungering for publicity. The only way many US government agencies can measure their "public service" is by the number of citizens they harass, hinder, restrain, or jail. According to James Bovard in his book, Lost Rights, "Americans' liberty is perishing beneath the constant growth of government power, Federal, state, and local governments are confiscating citizen's property, trampling their rights, and discriminating their opportunities more than ever before."

According to the Newsweek, January 8, 1996, the Americans have "achieved unprecedented prosperity and personal freedom," and that is what the advocates of secularism want for the people of Pakistan, but the Newsweek further elaborates that despite all this material progress "something fundamental has ended, and they're fearful of an unseen future." They call it "shapeless anxiety" but this is simply hollow of their soul. Robert J. Samuelson writes in his book "The Good Life and Its Discontents," that the American Dream "turned out to be a fantasy - our imagined {secular} society was a utopia." They couldn't achieve anything by limiting religion to private lives and campaigning for the so-called human rights that has given them pregnant teens, absent fathers, aloof and indifferent rich people, purveyors of porn, burners of flag, opponents of the prayers in public places, excessive profit grubbers, homosexuals, lesbians, transsexuals and on and on. They can stop them, as these people do nothing but exercising their "human rights."

It is being propagated that under secularism, wee may remain Muslims and no one will force us to cease to be Muslims. However, Experience of the secular countries is to the contrary. There, Cuius regio eius religio - he who controls the region controls the religion. With the US administration controlling the federal workplace, government control over religious expression is reaching an unprecedented level. Hostility toward religion pervades the media, Hollywood, and academia. And now, on Bill Clinton's watch, the federal government has become an active participant in the art of religion bashing. **Despite all this, we are not afraid that secularism will take our religion away from us. Religion can survive in the absence of freedom. But the much vaunted freedom and rights without religion are dangerous and unstable.**

If the so-called modern standards are in sharp contrast to God's law, it doesn't necessarily prove God's law irrelevant and obsolete, and pop philosophy so inevitable to be enforced on us through constitutional changes. The secularist must recognize that politics is something more than administrative processing. Either it is linked to morality or it withers. The great religious traditions remain one of the few repositories of an alternative worldview, and we cannot take religion out of our public life. The secularist must realize that to purge the public square of religion is to cut the roots of the values that nourish our fondest causes. To stifle religious dissent would muffle one of the few remaining institutions that mediate between individuals and the towering, impersonal structures that envelop them. To rule our religious imagery is to ignore a discourse that at its best can speak out powerfully against greed, ennui and coldness of heart.

Changes in morality do not occur overnight. They seep into society, often silently, like floodwaters into a basement. In the absence of religious and moral norms, once abominated personal behaviours over a period of time become acceptable, tolerable and even praiseworthy. Religions have a transcendent dimension that could help human beings, now dimmed by media overload, to imagine creatively different ways of organizing economics and politics. Those who think that the Western societies are soaring into the greatest super-civilization in history due to their secularism must not forget that history doesn't culminate in "liberal and secular democracy." The secularists can join the adepts of the New World Order and the secular "bridge to 21st century" as they soar off high into the promiscuous utopian ant-heap at the "end of history." We rather choose to grimly dig in and try to hold off.

When our constitution says that our sovereign is God, it doesn't mean that God shall physically come down to the earth and control our economic system and structure of the state. **Sovereignty of a state needs not to belong to some human agency. Our primary concern is order, which means the principle and the process by which the peace and harmony of society are maintained. It is the arrangement of rights and duties in a state to ensure that people may find just leaders, may be loyal citizens, and may obtain public tranquillity. "Order" implies the obedience of a nation to the laws of God and the obedience of individuals to just authority.** Without order, justice rarely can be enforced, and freedom cannot be maintained.

It is also absurd to argue that Shariah doesn't believe in human rights and liberty. It certainly would contradict the UN Charter, but it neither proves Shariah wrong, can we withdraw our membership from the UN. For us, undoubtedly, liberty is the noblest, but at the same time the most perilous possession that can be given to mankind. Unless we are prepared to silence the higher call of religion and philosophy altogether for the safer demands of a purely practical wisdom, we must accept, while we try to expose, the vagaries of minds made drunk with excess of enthusiasm for secularism.

The constitution's reference to God is no cunning set up at all. Civilized men live by authority; without some reference to authority, indeed no form of truly human existence is possible. Also men live by prescription – that is, by ancient custom and usage, and the rights which usage and custom have established in the light of divine guidance. Without just authority and respected prescription, the pillars of any tolerable social order, genuine freedom is not conceivable.

Examples of the secular states are before us, where "authority" has been called the "Freudian ethic," and prescription has been equated with cultural lag and superstition. But the consequences of these emancipated notions have been unpalatable. A generation of young people reared according to "permissive" tenets has grown up bored, sullen, and in revolt against the very lack of order which was supposed to ensure the full development of their personalities. And a world lulled by slogans about absolute liberty and rights and perpetual peace has found itself devoured by thoroughgoing tyranny and increasing violence.

If men are to associate at all, some authority must govern them and their state; if they throw off traditional authority, the authority of religion and precept of old educational disciplines

Abid Ullah Jan

Perils of Presumed Predisposition.

In all ages, man is in flight from God; and in our time, the objective world of Faith is being systematically ruined by the notion of secularism that immerses nearly everyone. Formerly man had to separate himself from the world of Faith by an act of decision; today, it is from the Flight that man must decide to part himself. The Flight has become an organised thing - almost conscious thing as we observe regular articles in favour of secularism by the so-called secularists, who shape their own pseudo-religion, their own economics, language and art that destroys nature and religion.

Amid the terror of flight, the clash of positivism and technology against tradition and moral insight, the upsurge of the demonic disguised as progress, are the principle matters that are being presented in confused manner. **These secularists are not visionaries; they are simply men imprisoned in illusion, whose vision cannot penetrate beyond the ephemeral to a truth, which no quantity of "scientific research" can reveal.** They replace manufacture with creation. The love, kindness, and fidelity which one finds in their Flight are brummagem products, easily discarded on impulse or from convenience: they merely simulate true love, kindness, and fidelity. The Flight itself is a sham-god, and most men mistake the Flight for divinity.

The ideologue - Communists, Nazis, Fascists, or secularists - maintains that human nature and society may be perfected by mundane, secular means, though these means ordinarily involve violent social revolution. The ideologue immanentizes religious and inverts religious doctrines. The new converts to secularism think that their secular dogmas are sustained by Goddess Reason: they pride themselves inordinately upon being "scientific" and "rational"; and they are convinced that all opposition to their particular wave of the future is selfish obscurantism, when it is not direct self interest.

They have a rather vogue claim that society ought to be regulated on "scientific" principles and "modern standards" that have no place in religions. Of course, the high achievements of physical and biological sciences of the 19th century gave powerful reinforcement to the advocates for scientism" and secularism in sociology and politics. **The secularists are trying to prove that religion, moral tradition, and the complex of established political institutions are irrational and unscientific and subjective, but they ignore that the catastrophic social events of our century have caused us to rightly inquire whether there is not something fundamentally wrong with philosophical, scientific and sociological postulates which promise us the terrestrial paradise but promptly deliver us at the gates of a terrestrial hell.** Fascism, Nazism, and communism all have claimed to be as scientific and rational as the secularists claim the secularism is.

Secularism in American is the role model for the secularists who want separation of religion and state in Pakistan. However, they do not know about the threat foreseen by Alex de Tocqueville more than 10 years ago. Tocqueville called this the velvet tyranny of mindless, numbing bureaucracy. It would not outlaw religion, but it would sap the human spirit, and set up a new pseudo-religion, the worship of the state, in place of churches and synagogues. We are witnesses to what is happening in the secular United States of America. The government has not brazenly abolished private property, but it has smother property and, what is equally important, human initiative in a well-meaning but deadly array of taxes, regulations and stipulations.

Secularism has sapped the human spirit in the US. According to US News and World Report, Dec. 23, 1996, "people have a sense of unease in their lives. The chase for material goods has left them with more toys and less satisfaction, the [secular] culture assaults their sensibilities and politics seems stale. So they are looking foe something more for themselves and their families - something they hope to find in a new inner life." Although it glitters but secularism is not the answer to anybody's problems, otherwise there would not have been any signs of increased interest in religion by the Americans. According to the U.S News, "many are returning to Biblical fundamentalism, but others are moving toward spirituality that is less rooted in Judeo-Christian traditions."

Knowing that reasonable men do not want to be "forced to be freed," secularism in US has consistently followed the strategy of co-opting or seizing the power of the central government in order first to make war on countervailing institutions and then to attack the very ideas of revealed religion, objective truth and the immutability of God's moral order. It now aims at an atomised society whose members accept moral anarchy in exchange for totalitarian control and the loss of all the legitimate liberties that were once protected by traditional institutions.

Whatever, the incidental benefits sometimes conferred by secularism, its basic nature as a parasite within the Western tradition means that its preciousness becomes all the greater and all the more evident as it saps the health from its host. Democracy and secularism has given way to a Leviathan whose statute, taxes, bureaucratic diktats and judicial whimsies would shock any medieval monarch by the depth of their reach into the life of American public. The free market in goods and services of real value retreats before the regulations and management of government, while the purveyors of legalised infanticide, obscenity and nihilism receive the protection of that same government. The church and mosque retain precarious freedom until the day when the government uses "hate crimes," "World Trade Centre bombing" or some other similar pretext to persecute its members and seize its assets. The individualism that once encouraged intellectual and moral excellence has been replaced by the dreary homogeneity of a "dumbed down" and decadent mass society.

It is claimed by the advocates of secularism in Pakistan that our constitution deprive our public of their human rights in the name of God. If they have an opportunity, they must ask a parent who has seen his child's murderer freed on a technicality, or whose half-paralyzed child has been sent to die in prison by the same judge who released a governor of the state on the grounds of his health. Or ask someone who has fallen foul of the Internal Revenue Service or the "wetlands" police. Those who argue that

Vol : 10

Regd. CPLNo. 127

WEEKLY NIDA-I-KHILAFAT LAHORE

No. 30

افہام و تفہیم

☆ تنظیم اسلامی میں شمولیت کے لئے کن باتوں کی بیعت لی جاتی ہے؟

☆ کسی نبی یا رسول کی دعوت کی تصدیق کئے بغیر کوئی شخص ''مومن'' قرار کیوں نہیں پاتا؟

☆ طالبان کے بعض اقدامات سے اسلام کے بارے میں تنگ نظری کا احساس کیوں ہوتا ہے؟

قرآن آڈیٹوریم میں ہفتہ وار درس قرآن کے بعد امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد سے سوال و جواب کی نشست

س: تنظیم اسلامی میں شمولیت کے لئے کن باتوں کی بیعت لی جاتی ہے؟

ج: تنظیم اسلامی کا رکن بننے کا خواہش مند ہر شخص مجھ سے اس امر کی بیعت کرتا ہے کہ اقامت دین کی جدوجہد کے لئے میں جو کام کر رہا ہوں اس میں وہ میرا ساتھی اور مددگار ہوگا اور اس حوالے سے میرے تمام احکام کی پابندی کرے گا بشرطیکہ میرا کوئی حکم شریعت کے خلاف نہ ہو۔ اس ضمن میں سب سے پہلے وہ اللہ تعالیٰ سے ایک عہد کرتا ہے کہ: ''جو بھی اعمال تجھے ناپسند ہیں میں انہیں چھوڑوں گا۔ مزید یہ کہ تیرے دین کے غلبہ اور تیرے کلمہ کی سربلندی کے لئے میں حتی الامکان جہاد کروں گا اور اس کے لئے اپنے جان، مال کو خرچ کروں گا۔'' یہ عہد مرد اور عورت دونوں کے لئے مشترک ہے۔ اس کے بعد مرد کے لئے بیعت سمع وطاعت ہے جس کے تحت وہ اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے کر یہ عہد کرتا ہے کہ دین کی اس جدوجہد میں جو بھی حکم میں اسے دوں گا' وہ اس پر عمل کرنے کا پابند ہوگا الاّ یہ کہ وہ حکم شریعت کے خلاف ہو۔ وہ اس امر کا اقرار کرتا ہے کہ شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے اسے جو بھی مشکل یا آسان کام کرنے کے لئے کہا جائے گا' وہ اسے سرانجام دے گا چاہے اس کے لئے اس کا دل آمادہ ہو یا اسے اپنی طبیعت پر جبر کرنا پڑے۔ اسی ذیل میں وہ یہ عہد بھی کرتا ہے کہ میرے مقرر کردہ امراء اور دوسرے عہدے داروں سے وہ پورا پورا تعاون کرے گا چاہے انہیں اس پر ترجیح دے کر ہی نامزد کیوں نہ کیا گیا ہو۔ تاہم خواتین کی بیعت میں یہ الفاظ نہیں ہیں بلکہ ان کے لئے قرآن مجید کی سورہ الممتحنہ کی آیت ۱۲ سے الفاظ منتخب کئے گئے ہیں جس کے مطابق وہ عہد کرتی ہیں کہ: ''میں شرک نہیں کروں گی' بدکاری نہیں کروں گی' چوری نہیں کروں گی اور جو بھی نیک کام کرنے کا آپ مجھے حکم دیں گے' اس کی سرتابی نہیں کروں گی۔''

س: اسلام وسعت نظر کا حامل ہے۔ افغانستان میں اسلامی حکومت ہے لیکن ان کی بعض باتیں ایسی منظر عام پر آ رہی ہیں جن سے احساس ہوتا ہے کہ اسلام میں تنگ نظری ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

ج: اسلام میں کوئی تنگ نظری ہے نہ افغانستان میں ایسی کوئی سنگین صورت حال ہے۔ درحقیقت اسلام کے بعض احکام کو موجودہ دنیا تنگ نظری کا نام دیتی ہے اور بڑے زور و شور سے اس کا چرچا کرتی ہے۔ مثلاً عورت کے لئے ستر وحجاب کا معاملہ ہمارے نزدیک تنگ نظری نہیں ہے' ہم اسے ایک بہترین عمل سمجھتے ہیں کیونکہ اسی سے اخلاق کی حفاظت ہوتی ہے اور خرابیوں کا دروازہ بند ہوتا ہے۔ مگر اہل مغرب اسے تنگ نظری کہتے ہیں۔ اسی طرح ہمارے خیال میں لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے علیحدہ علیحدہ مدارس ہونے چاہئیں جہاں کا تدریسی عملہ بھی بالترتیب مرد اور خواتین اساتذہ پر مشتمل ہو لیکن دنیا اس کو جنس کی بنیاد پر تفریق کا نام دے کر رد کر دیتی ہے اور مخلوط تعلیم کا پرچار کرتی ہے۔ یوں فکری طور پر ایک ٹکراؤ کی سی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ مزید یہ کہ بعض چیزیں وہ ہیں جنہیں مغربی تہذیب نے وسعت نظر قرار دیا ہے لیکن اسلام میں وہ جائز نہیں ہیں۔ اب یہ ہمارے مذہب کا معاملہ ہے لہٰذا ہم ان چیزوں کو کیسے اختیار کر سکتے ہیں!

اس ساری صورت حال کو اس تناظر میں بھی دیکھا جانا چاہئے کہ موجودہ عہد کو ابلاغ کا دور کہا جاتا ہے۔ اطلاعاتی تہذیب کے باعث دنیا سمٹ کر ایک قصبے کی شکل اختیار کر گئی ہے۔ لیکن افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ اس وقت پوری دنیا پر الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کے حوالے سے اہل مغرب کا قبضہ ہے۔ چنانچہ تنگ نظری اور وسعتِ نظری کے معیارات بھی وہی قائم کرتے ہیں اور پھر زور وشور سے اس کی تشہیر بھی کرتے ہیں جس سے ایک عام آدمی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس ضمن میں ہمیں چاہئے کہ اپنے دین کے احکام میں مضمر حکمتوں کا ادراک اور شعور حاصل کریں اور ان پر عمل پیرا ہوتے وقت کسی قسم کی شرمندگی کا شکار نہ ہوں۔

س: کسی شخص پر ''مومن'' کے لفظ کا اطلاق اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک وہ کسی نبی یا رسول کی دعوت کی تصدیق نہ کرے۔ اس حوالے سے حضرت لقمانؑ کے بارے میں بتائیں کہ کیا ان کے اندر ایمان نہیں تھا اور یہ کہ وہ منعم علیہم درجات میں کس درجے پر ہیں؟

ج: حضرت لقمانؑ کا شمار صدیقین میں ہوتا ہے۔ وہ صحیح معنوں میں ایک موحد اور صدیق تھے۔ اگر ان کے دور میں کوئی نبی دعوت لے کر آتا تو وہ ایک لمحے کے توقف کے بغیر اس دعوت کی تصدیق وتوثیق کر کے مومن ہو جاتے' کیونکہ ایمان کے حصول کے لئے یہ لازم ہے کہ کسی نبی یا رسول کے پیش کردہ اس دعوے کو تسلیم کیا جائے کہ ''میں اللہ کا نبی ہوں' مجھے مانو''۔ اس حوالے سے ایک بڑی اہم مثال ورقہ بن نوفل کی ہے۔ حضور اکرم ﷺ پر پہلی وحی کے نزول کے بعد جب حضرت خدیجہؓ آپؐ کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے کر گئیں تو پورا واقعہ سننے کے بعد انہوں نے اپنے علم کی بنیاد پر اس امر کی تصدیق کی تھی کہ آپؐ کے پاس آنے والا فرشتہ وہی ہے جو حضرت عیسیٰؑ کے پاس بھی آیا تھا اور حضرت موسیٰؑ کے پاس بھی۔ گویا انہوں نے حضور اکرم ﷺ کی نبوت کی تصدیق تو کر دی تھی لیکن چونکہ اس وقت تک حضور ﷺ نے خود اپنا یہ دعویٰ پیش نہیں کیا تھا کہ میں اللہ کا نبی ہوں' مجھے مانو' اس لئے ورقہ بن نوفل مؤمن قرار نہیں پائے اور یوں ان کا شمار صحابہ کرام میں نہیں ہوتا۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنی رسالت کا اعلان سورہ مدثر کی آیات نازل ہونے کے بعد فرمایا تھا' لہٰذا اب جن لوگوں نے آپؐ کی دعوت کی تصدیق وتوثیق کی وہ مومنین اور صحابہ میں شمار ہوئے۔ تاہم ایسے موحد اور سلیم الفطرت لوگ کہ جن تک کسی نبی یا رسول کی دعوت نہیں پہنچی کہ جسے قبول کر کے وہ مومنین کی صف میں شامل ہوتے' اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا عذر قبول ہوگا اور وہ امید ہے کہ کامیاب قرار پائیں گے۔ (واللہ اعلم)